بیاد امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ

جہانِ رضا

لاہور

چیف ایڈیٹر
محمد کاشف رضا

مرکزی مجلس رضا ○ لاہور

امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کا ترجمان، اخلاقی، ادبی، تمدنی جریدہ

ماہنامہ

جہانِ رضا
لاہور

جلد نمبر 28، ذوالحجہ، 1443ھ، جولائی 2022، شمارہ 7

بانی مجلس رضا: حکیم اہلسنّت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

بانی ماہنامہ: پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

چیف ایڈیٹر: محمد کاشف رضا ● اعزازی ایڈیٹر: عامر ابراہیم الاشعری

قیمت -/80 روپے

خط وکتابت اور ملنے کا پتا

دفتر ماہنامہ جہانِ رضا ظہور پلازہ
دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور
0333-7861895 - 0300-1090045

اداریہ ✍

دشمن احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ شدت کیجئے!

مجھے کئی سال پہلے عیسائی شاعر نذیر قیصر سے ملنے کا ایک حسین اتفاق ہوا، ایک مقامی اخبار میں ان کا انٹرویو پڑھا کہ انہوں نے ایک نعت کی کتاب ''اے ہوا موذن ہو'' لکھی ہے۔ فیروز پور روڈ پہ واقع عیسائیوں کی بستی ''بہار کالونی'' میں تلاش کرتے کرتے میں اُن کے حجرہ نما مکان میں جا پہنچا۔ جناب نذیر قیصر سے ملاقات ہوئی، دل کے کنول کِھل اُٹھے، میں نے عرض کیا ''مقصد ملاقات میں سوائے اسکے کچھ نہیں کہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر مسلم مدحت نگار کو دیکھنے آیا ہوں'' نذیر قیصر نے اپنی کتاب کے دیباچے میں لکھا تھا کہ

''ہمیں جاننا چاہیئے کہ نعت کا مقصد کیا ہے؟ آج نعت کہنے کا سب سے بڑا مقصد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رسمی عقیدت کی بجائے اُن کے عالمی پیغام کو انسانوں تک پہنچانا ہے اور تیزی سے مٹتے اور مُرجھائے ہوئے انسانوں کو تحفظ دینا ہے''

اس کے بعد انہوں نے یہ انکشاف بھی کیا کہ

''روم میں ہونے والی کانفرنس دوم کی دستاویزات بتاتی ہیں کہ ویٹی گن نے باضابطہ طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی مان لیا ہے۔ اب پوپ کو تمام مسیحی دُنیا میں اُس کا باضابطہ اعلان کر دینا چاہیئے تا کہ مسلم اور مسیحی دُنیا ڈائیلاگ کی بجائے عملی طور پر ایک دوسرے کے زیادہ قریب آجائے''

گوتم بدھ نے صدیوں قبل پیش گوئی کر دی تھی کہ ''اُس کی وحی بڑی فصیح ہوگی، جو اس کو سنیں گے اور سُن سُن کر نہ تھکیں گے بلکہ وہ زیادہ سے زیادہ سُننا چاہیں گے''

1263ء عیسوی میں عیسائی پادریوں اور یہودی ربیوں کے مناظرے عروج پہ تھے۔ بارسلونا میں ہونے والے ایک مناظرے کے بارے میں ویل ڈیورینٹ لکھتا ہے

''ریمنڈ عیسائیت اور یہودیت دونوں مذہبوں کے علم سے لیس ہو کر ارگوان کے بادشاہ جمیز اول کے سامنے ربی موسی بن نچمن کے ساتھ مناظرہ کرنے آ گیا۔ نچمن فتح یا شکست کے خوف سے دو چار تھا۔ بحث و مباحثہ چار دن جاری رہا، اور آخر بادشاہ کی توقع کے مطابق فیصلہ ہو گیا۔ جس سے وہ بہت خوش ہوا۔ 1264ء میں کلیسا نے تلمود سے عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف تمام مواد کو حذف کرنے کا حکم دیدیا۔ بادشاہ نے یہودی ربی کو بھی اسپین سے جلاوطن کر دیا''

سقوط قرطبہ کے بعد عیسائیت نے اہانتِ رسول ﷺ کی تحریک شروع کی۔ دنیا بھر کے مستشرقین نے زہر آلود کتب لکھیں انیسویں صدی میں کہیں جا کے مغربی اسکالرز نے پیغمبر عرب و عجم ﷺ کی سیرت مبارکہ کے اصل ماخذ تک رسائی حاصل کی۔ برطانوی استعمار کے تعلیمی ادارے، مشنری اسکولوں میں جس قدر پیغمبرِ امن و سلامتی کے خلاف تعصب کی تعلیم دی گئی الامان والحفیظ، پادری فنڈر کی میزان الحق اُسی دور کی رسوائے زمانہ کتاب ہے جسے پنجاب ریلجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور سے شائع کیا گیا۔ ولیم میور کی 1861ء میں چھپنے والی کتاب بھی اسی تسلسل کا حصہ تھی۔ سر سید احمد خاں کا ولیم میور کی کتاب کا جواب درحقیقت اس کا بامحاورہ ترجمہ تھا۔ فرانس کے عظیم محقق ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم نے مستشرقین کے رد میں جو علمی کارنامے سرانجام دیئے ہیں مسلم اُمہ ان کی صبح قیامت تک مشکور رہے گی۔

انڈیا کی سرزمین سے ایک بار پھر اہانتِ رسول ﷺ کی ناپاک تحریک کا آغاز ہو چکا ہے۔ رسول کریم ﷺ کی توہین آزادی اظہار رائے کے نام سے شروع ہے۔ مرکز بریلی شریف سراپا احتجاج ہے۔ ایسے میں تمام عاشقانِ رسول ﷺ کو امام شاہ احمد رضا بریلوی کے اس شعر کی حقیقی تصویر بن کر دکھانا ہو گا کہ

دشمنِ احمد ﷺ پہ شدت کیجئے ----- ملحدوں سے کیا مروت کیجئے!

اسلام اور جانور

ڈاکٹر محمد ہارون
(کیمبرج یونیورسٹی برطانیہ)
مترجم: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مغربی دنیا کے لئے جانوروں کے حقوق ایک اہم مسئلہ ہیں۔ اس مقالہ میں میَں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جانوروں کے حقوق کے بارے میں اسلام ہمیں کیا کہتا ہے۔ اس طرح ہم اسلام کی گہرائی اور روح تک پہنچ سکیں گے۔ دوسرے لوگوں نے جانوروں کو یا تو سرے سے حقوق ہی نہیں دیئے یا اتنے حقوق دیئے کہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے کوئی حقوق ہی نہیں...... ملحدوں کے نزدیک قانون صرف طاقت ہے، انسان طاقت رکھتا ہے اور جانوروں کی کوئی طاقت نہیں اس لئے انسان کی طرف سے جانوروں پر ظلم ڈھائے جانے کی کوئی حد نہیں...... سرمایہ دارانہ نظام خاص طور پر جانوروں پر مظالم ڈھا کر نفع حاصل کر رہا ہے۔ سائنسدانوں نے ان مظالم میں اور اضافہ کیا ہے۔ وہ اس بہانے جانوروں پر خوفناک تجربات کر رہے ہیں کہ انسانی زندگی بہتر ہوگی اور وہ زیادہ سے زیادہ پیسے کما سکیں گے۔ عیسائیت کا حال بھی اچھا نہیں، یورپ کے ازمنہ وسطی میں جانوروں پر بہت مظالم ڈھائے گئے۔ بلیوں اور ریچھوں کو باندھ کر ان پر کتے چھوڑ دیئے جاتے۔ بیسویں صدی عیسوی میں ہسپانوی بھینسوں کی لڑائی اس کی چھوٹی سی یادگار ہے۔ مغرب میں اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں جانوروں کے حقوق کی بات کی گئی اور ۱۸۲۲ء میں انگلستان میں جانوروں کے حقوق کے لئے قانون بنایا گیا مگر مغرب ایک انتہا سے نکل کر دوسری انتہا کو پہنچ گیا۔ پہلے جانوروں کے کوئی حقوق نہ تھے اور

اب انسانوں کے کوئی حقوق نہیں ...... بعض مذاہب میں جانوروں پر انسان کا کوئی حق نہیں ہے چنانچہ بدھ مت میں اس حد تک انسانوں کا حق سلب کر لیا گیا ہے کہ مکھی کو بھی دکھ نہیں پہنچایا جا سکتا۔ بھکشو کو اپنا منہ کپڑے سے ڈھانپ لینا چاہئے کہ کہیں مکھی منہ میں گھس کر مر نہ جائے۔ ان لوگوں کے نزدیک انسان کو مکمل طور پر نباتی ہونا چاہئے۔

بعض لوگ جانوروں کو انسان سے بہتر جانتے ہیں کہ انسان تو گناہ کرتا ہے اور یہ بے گناہ ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے بعض ظالموں نے زندگی بھر سبزیوں پر گزر بسر کیا۔ ہٹلر کو کتوں سے بڑا پیار تھا۔ ان کی صحبت میں لطف اٹھاتا تھا مگر اسی ہٹلر نے پچاس ملین انسانوں کو ہلاک کیا۔ ہٹلر گوشت کھانے والوں سے کہتا کہ تم لاشیں کھا رہے ہو مگر دور جدید میں جانوروں پر مظالم کو انسانوں کے برابر مظالم قرار دیا ہے۔ المختصر مغرب ایک انتہا سے نکل کر دوسری انتہا پر ہے۔ سائنس اور از منہ وسطی کی عیسائیت، جانوروں کے معاملے میں کلی طور پر غیر محتاط ہے۔ اس کے بعد دور جدید کے سبزی خور اور جانوروں کے حقوق کے پاسدار ہیں جنہوں نے انسانوں کے حقوق چھین لئے ہیں۔

اس لئے اسلام جانوروں اور انسانوں دونوں کو حقوق دیتا ہے، ہم اسلام کی روح تک پہنچنا چاہتے ہیں ...... اللہ نے دنیا پیدا کی تا کہ اپنی مخلوق میں ایک خلیفہ بنائے جو اللہ کا نائب بن کر زمین پر حکومت کرے۔ یہ خلیفہ انسان ہے یعنی مرد و عورت جن پر اللہ کی حکومت ہے جن کو اللہ نے پیدا کیا ہے ...... دنیا میں صرف انسان اس قابل ہے کہ ترقی کی منزلیں طے کر کے مکمل ہو اور اللہ کی صفات کا مظہر بن جائے۔ بہت سی خوبیوں میں جانور انسان سے بڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں مثلاً چلنے میں، اڑنے میں، ذہانت میں، یادداشت میں، گھر کی تعمیر میں، لیکن پھر

ایک پہلو سے جانور انسان سے کمتر ہے۔ جانوروں میں لامحدود کمال اور ترقی کی صلاحیتیں نہیں، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق انسان کی رعایا ہے اور وہ فطری طور پر اللہ کی ہر مخلوق کو اپنی تکمیل کے لئے استعمال کر سکتا ہے۔ جانوروں کو بھی اپنے لئے استعمال کر سکتا ہے لیکن (مخلوق پر) انسان کے حقوق محدود ہیں۔ جانوروں کے بھی حقوق ہیں، انسان کو کسی وقت یہ نہ بھولنا چاہئے کہ ہر چیز اللہ کی مخلوق ہے، سو انسان صرف اپنی تکمیل کیلئے جانوروں کو استعمال کر سکتا ہے۔ بہر حال اس کا یہ مطلب ہے کہ جسمانی کمال کے لئے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ اخلاقی کمال...... انسان کو جانوروں اور اللہ کی دوسری مخلوق کے ساتھ ایسا طرز عمل اختیار نہ کرنا چاہئے جو اخلاقی طور پر ناپسندیدہ ہو۔ نوع انسانی اللہ کی مخلوق کا غلط استعمال نہ کرے خصوصاً جانوروں کا جو اللہ کی عیال ہیں۔ اللہ کی ہر قسم کی مخلوق اور جانور امانت ہیں جو ہمارے کمال میں مدد دیتے ہیں تا کہ ہم صفات الٰہیہ کا مظہر ہو جائیں۔ جانوروں سے متعلق اسلام کی ساری تعلیمات انہیں بنیادوں پر مبنی ہیں۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ بنی نوع انسان کو صحت کے لئے گوشت اور مچھلی کی ضرورت ہے لیکن آپ جانوروں اور مچھلی کو کھانے کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے نہیں مار سکتے۔ بغیر کھانے کے لئے جانور کو مارنا اسلام میں منع اور ناجائز ہے۔ بہر حال آپ ان جانوروں کو مار سکتے ہیں جو انسان کے لئے خطرناک ہیں۔ کھانے کے لئے جانوروں کا شکار کر سکتے ہیں جیسے جنگلی خرگوش وغیرہ لیکن جو جانور آپ شکار پر ماریں گے وہ آپ کو ضرور کھانا ہے۔ آپ کھیل تماشے یا تفریح کے لئے جانور کا شکار نہیں کر سکتے۔ اگر آپ شکار کے لئے کتے چھوڑ رہے ہیں تو پہلے بسم اللہ پڑھنا ہے۔ شرط لگا کر مجبور خرگوشوں پر کتے چھوڑنا اسلام میں ناجائز ہے۔ یہی حال گھڑ

دوڑ کے گھوڑوں کا ہے جو صرف شرط لگانے کی وجہ سے زندہ ہیں۔ اسلام میں ان باتوں کا وجود نہیں۔ جانور اللہ کی مخلوق ہیں اس لئے نہیں کہ ہماری تفریح کا سامان بنیں اور ہم شرطیں لگا لگا کر ان سے پیسے کمائیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ جانور کو اس لئے نہ ماریں کہ کھا کھا کر پیٹو نہ بن جائیں۔ ایک مسلمان کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتا، آپ کو اچھی طرح یہ اطمینان کر لینا بھی ضروری ہے کہ جو جانور شکار کیا ہے وہ اچھی طرح کھا لیا گیا، جب کھا چکیں تو پلیٹ صاف کریں اور اسے چاٹ لیں تا کہ یہ بات یقینی ہو جائے کہ شکار کئے ہوئے جانور کے گوشت کا سالن ذرہ برابر ضائع نہیں ہوا۔ بہرحال جانور کا شکار کم سے کم معقول کھانے کے لئے کیا جائے۔ معتدل غذا ہی انسان کو صحت مند رکھ سکتی ہے۔ جب کھائیں اللہ کا نام لیں کیونکہ ہمیں جانور کھانے کا حق اسی کی طرف سے ملا ہے۔ خصوصاً یہ کھانے کا حق ہماری اخلاقی اچھائی کے لئے ملا ہے تا کہ ہمارے لئے وہ غذا مہیا کریں اور ہم ان سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں (اس حقیقت کو نظر میں رکھیں کہ کسی جانور کے بغیر دنیا بے مقصد نظر آتی مگر انسان کے بغیر دنیا بے مقصد دکھائی دیتی ہے۔ مترجم)

تیسری بات یہ کہ انسان کو ہر جانور کھانے کی اجازت نہیں جیسے چینی لوگ ریچھ اور سانپ کھاتے ہیں، مسلمانوں کو مویشی کھانے کی اجازت ہے۔ مچھلی کی بھی اجازت ہے جب تک کہ وہ دریا میں سے (زمین پڑی ہوئی اور مری ہوئی) اور تیرتی ہوئی مری ہوئی بھی جائز نہیں، پرندوں کی اجازت ہے لیکن تمام گوشت کھانے والے پرندے منع ہیں۔ مردہ جانوروں کے اعضاء پر کسی بھی قسم کی جوئے بازی اور شرط لگانا ناجائز ہے۔ اسلام میں صرف صاف ستھرے اور نیک فطرت جانور کھانے کی اجازت ہے مثلاً گائے، بکری، بھیڑ وغیرہ غلیظ اور

بدصورت جانور جیسے خنزیر وغیرہ کھانے کی ممانعت ہے۔ جو جانور کسی مرض کی وجہ سے نقصان دہ ہو اس کی بھی ممانعت ہے، جانوروں کا خون بھی منع ہے کیونکہ اس سے امراض پھیلتے ہیں۔

حقیقت میں اسلام نیم سبزی خور مذہب ہے۔ بہت سے جانوروں کو بالکل چھوڑنے کی بھی اجازت نہیں۔ (مسلمانوں کی گوشت خوری سے غیر مسلموں میں عام تاثر یہ ہے کہ مسلمان وحشی اور گوشت خور ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے ساتھیوں نے گوشت بہت کم کھایا اور سبزیوں پر گزارا کیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کو گوشت اس لئے مرغوب تھا کہ دنوں میں ملتا تھا۔ آپ نے زندگی بھر سبزیاں، کھجور، دودھ، دلیہ، شہد، پنیر وغیرہ کا زیادہ استعمال فرمایا۔ کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا۔ گھر میں کبھی دو تین روز مسلسل چولہا نہ جلا۔ آپ کو لوکی بہت پسند تھی اور شوربے سے لوکی کے ٹکڑے چن چن کر نوش فرماتے تھے۔ آپ کو سبزیوں سے ایسا پیار تھا کہ سبزی لانے والوں کو بھی نوازتے تھے۔ ایک ضعیفہ آپ کی خدمت میں ککڑیاں لے کر حاضر ہوئیں۔ آپ نے مٹھی بھر سونے کے زیورات ان کی گود میں ڈال دیئے۔ ایک اور صحابی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں سبزیاں لایا کرتے تھے۔ جب ان سے کوئی غلطی ہو گئی اور لوگ ملامت کرنے لگے تو آپ نے ان کو منع فرمایا اور فرمایا ان کو ملامت نہ کرو۔ یہ ہم سے محبت کرتا ہے۔ مترجم)۔

بہر حال اسلام نیم سبزی خور مذہب ہے۔ جانور کی پرستش کا قائل نہیں، اس سے گریز کرتا ہے۔ گھر میں پالتو کتے رکھنے کی بھی منانعت ہے۔ جانور کی پرستش کی قطعاً اجازت نہیں جیسے کہ یورپ میں عام ہے لیکن جانوروں سے پیار کرنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک ایسی گنہگار و بدکردار عورت کو

جنت کی بشارت دی جس نے پیاسے کتے کو پانی پلا کر اس کی جان بچائی۔ آپ کو بلیوں سے بڑا پیار تھا (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسی محبت وشفقت کی وجہ سے ایک دن ایک بوڑھا اونٹ بھاگتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جوانی میں میرے مالک نے مجھ سے کام لیا اور اب بڑھاپے میں ذبح کرنا چاہتا ہے۔ پیچھے پیچھے مالک آ گیا۔ آپ نے مالک کو اونٹ کی قیمت ادا کروا کر اس بوڑھے اونٹ کو آزاد کر دیا۔ جانور بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوب جانتے تھے۔ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں بھیڑیئے نے ایک ریوڑ سے بکری شکار کی مگر چرواہے نے چھڑا لی۔ بھیڑیا بولا آج کا کھانا تو تُو نے مجھ سے چھین لیا۔ چرواہے نے کہا کہ کیسی عجیب بات ہے کہ بھیڑیا بول رہا ہے۔ بھیڑیا بولا اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں اللہ کا رسول غیب کی خبریں بتا رہا ہے۔ چرواہے نے مدینہ منورہ آ کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ سارا قصہ سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ بھیڑیا سچ کہتا ہے۔ حجتہ الوداع کے موقع پر جب آپ نے منیٰ میں اونٹ ذبح کرنا شروع کئے تو ہر اونٹ آگے بڑھ بڑھ کر اپنی گردن پیش کرنے لگا۔ مترجم)۔

ایک انسان جو جانوروں کو مارتا ہے لازماً اخلاقی طور پر ایک اچھا انسان ہونا چاہئے۔ ایک اچھا مسلمان، نہ دیوانہ اور نہ شراب میں مست، ظلم سے بچنے کے لئے قصائی کو ذبح کرتے وقت اللہ اکبر کہنا چاہئے۔ ذبح کرتے وقت جانور کو بالکل تکلیف نہ دینا چاہئے۔ ایک مرتبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا ایک شخص نے جانور کو زمین پر پٹخ کر سر پر پیر رکھا ہوا ہے اور اس دہشت زدہ جانور کے سامنے چھری تیز کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ آدمی جانور کو دو مرتبہ ذبح کر رہا ہے، جانوروں کو مرنے سے پہلے کسی طرح بھی خوفزدہ نہ کرنا چاہئے۔ دوسرے جانوروں کی موجودگی میں اس کو ذبح نہ کیا جائے کہ دیکھ کر وہ خوفزدہ ہو جائیں۔ دور جدید میں ذبح کرنے

والے جانوروں کو قطار میں کھڑا کیا جاتا ہے جبکہ آگے والا جانور ذبح کیا جاتا ہے...... ذبح کرنے سے پہلے جانور کو خوب کھلا یا پلا یا جائے۔ کوئی تکلیف نہ دی جائے۔ آرام پہنچایا جائے۔ اکثر ہم نے دیکھا ہے ذبح ہونے والے جانور بھوک و پیاس سے مر رہے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے سامنے ذبح کیے جاتے ہیں۔ اسلام نے ذبح کا جو نفیس طریقہ بتایا ہے کہ ان طریقوں سے ذبح ہونے سے جانوروں کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ ذبح کئے جائیں گے۔

اصل ذبیحہ یہ ہے کہ گلے میں شریانیں اس طرح کاٹی جائیں کہ خوب خون بہہ جائے اور چھری اتنی تیز ہو کہ جانور کو کچھ محسوس نہ ہو اور خون کا بہاؤ اتنا تیز ہو کہ ذبیحہ فوراً مر جائے۔ اس طرح دم بھی بالکل آسانی سے نکل جائے گا اور کوئی تکلیف بھی نہ ہوگی۔ کسی حالت میں بھی جانور ذبح کرنے میں جلدی نہ کرنی چاہیئے۔ اسی طرح اسلام صنعتی قصاب خانوں کے طریقوں کو جائز قرار نہیں دیتا جو جانوروں کے لئے بہت ہیبت ناک ہیں۔ اسلام بیٹری فارمنگ اور دوسرے خوفناک طریقوں کو منع کرتا ہے کیونکہ تکنیکی طریقوں کا واحد مقصد نفع حاصل کرنا ہے۔ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں قصائیوں کا وجود تھا نہ گوشت کی دکانیں، یہ گھریلو ماحول تھا۔ مترجم)۔

ذبح کا وہ طریقہ جس سے جانور کو تکلیف ہو، اسلام میں منع ہے۔ اگر ہم اسلامی طریقہ سے جانوروں کو ذبح کریں تو یہ اخلاقی طور پر برا عمل نہ ہوگا کیونکہ اس میں جانور کی پوری پوری تکریم کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اسلام کہتا ہے اگر آپ کو اسلامی طریقے سے ذبح کیا ہوا گوشت نہ ملے نہ کھایئے، جو حلال کھانا ملے وہی کھایئے۔ جب تک حد سے زیادہ ضروری نہ ہو حرام گوشت نہیں کھا سکتے۔ وہ بھی اتنا کہ بھوک کی شدت ختم ہو جائے (نہ کہ مزے لے کر کھایا جائے، اسلام کا حکم یہ ہے کہ جب کھاؤ

بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ یعنی اللہ کا نام لے کر، مترجم)۔

انسان کو جانوروں پر اتنا مہربان ہونا چاہئے جتنا اللہ مہربان ہے۔ اسلام میں تو کیڑے مکوڑوں کے بھی حقوق ہیں۔ آپ صرف ان چیونٹیوں کو مار سکتے ہیں جو کہ آپ کو ایذا دیں یا کھانا خراب کرتی ہیں۔ مکھیوں کو بھی ایذا نہ دیں نہ پانی ڈالیں۔ اگر جلانے والی لکڑی میں چیونٹیاں گرائی جائیں پھر لکڑیاں جلائیں۔ آپ ٹڈیاں مار سکتے ہیں مگر ان کو بھی زندہ نہ جلائیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔ آپ کو جانوروں کو مارنے پیٹنے کی کبھی اجازت نہیں۔ جانوروں کی عقل نہیں ہوتی اس لئے مار پیٹ کر ان کو سبق نہیں سکھایا جا سکتا۔ آپ کو تیز دھار چھری سے یا شوٹ کر کے جنگلی درندے مارنے کی اجازت ہے۔ آپ موذی جانوروں کو صرف اس وقت جلا سکتے ہیں جب مارنے کا دوسرا راستہ نہ ہو۔ حج اسلام کا اہم رکن ہے لیکن دوران حج کوئی حاجی نہ پودوں کو اکھاڑ سکتا ہے (نہ جانوروں کو مار سکتا ہے حتیٰ کہ معمولی جوں بھی نہیں مار سکتا۔ مترجم) اسلام میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانوروں کے ساتھ حسن سلوک اور بدسلوکی پر جزا اور سزا ملے گی اس لئے بار بردار جانوروں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنے کی ممانعت ہے۔ قیامت کے دن تمام جانوروں کو زندہ کیا جائے گا اور ان پر زیادتیوں کا بدلہ دیا جائے گا۔ بعض مسلمانوں کا خیال ہے کہ حساب کتاب کے بعد جانوروں کو نابود کر دیا جائے گا۔

جانوروں کے بارے میں اسلام کی تعلیمات تمام مذاہب سے بہتر ہیں جو انسان جانوروں کے ساتھ بدسلوکی کرتا ہے اس کے نزدیک قوت ہی قانون ہے۔ اسلام میں قوت قانون نہیں بلکہ اللہ کی طاقت سب قوتوں پر حکومت کرتی ہے۔ سرمایہ داروں کے نزدیک اصل مقصد نفع ہے لیکن اسلام خودغرضیوں اور لالچ کے

خلاف جنگ کرتا ہے اور صرف پیسہ کمانے کی غرض سے جانوروں کے ساتھ بدسلوکی کو روا نہیں رکھتا۔ اسلام اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ سائنس کی پرستش نہ کی جائے۔ سائنس کی اپنی حدود ہیں، اللہ کا رحم وکرم ہمیشہ سائنس سے بلندتر ہونا چاہیئے۔ ہمیں اس سے غرض نہیں کہ سائنس کتنی کامیاب ہے۔ عیسائیت (از منہ وسطیٰ) میں جانوروں کی بے رحمی کے ساتھ ایذا رسانی ان کو آزمائش میں ڈالنا، ان کو جان سے مار ڈالنا یہ اسلام کے لئے اجنبی ہے۔

سلام اٹھارہویں صدی کے مصلحین سے اتفاق کرتا ہے کہ جانوروں پر ظلم وستم وحشی زندگی کا حصہ ہے۔ جانوروں سے وحشیانہ سلوک اخلاقی آلودگی ہے لیکن اسلام بنی نوع انسان کو فساد کی جڑ اور جانوروں سے کمتر قرار نہیں دیتا جیسا کہ بدھ مت کے لوگ اور دوسرے سمجھتے ہیں۔ بنی نوع انسان جانوروں سے برتر ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ جانوروں سے پیار کیا جائے اور نوع انسانی سے نفرت کی جائے۔ جس طرح ہٹلر قسم کے لوگ جانوروں سے پیار کرتے ہیں...... اسلام سوشلسٹوں سے بہتر ہے۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ جانوروں پر مہربانی امیروں کی ذہنیت اور جذباتیت کی غماز ہے...... اسلام موجودہ دور کی جانوروں کے حقوق سے متعلق تحریکوں کے نظریات سے بھی بلندتر ہے۔ انہوں نے جانوروں کو حقوق دینے کے لئے جانوروں کی تفریق وتقسیم کی ہے لیکن اسلام جانتا ہے کہ جانور اللہ کی مخلوق وعیال ہونے کی وجہ سے حقوق رکھتے ہیں۔ اسلام نے جانوروں کی تکالیف کو دور کرنے کے لئے بہت کچھ کیا ہے اور اس کا منتہائے مقصد یہ ہے کہ جانوروں پر کوئی ظلم وزیادتی نہ کی جائے۔ اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ جانوروں کو صرف اللہ کے لئے مارا جائے اور اسلام کا یہ بھی نظریہ ہے کہ جو جانور مارے گئے قیامت کے دن وہ سب زندہ کئے جائیں گے۔

لیکن اسلام کی برتری صرف ان سے نہیں ہے...... جانوروں کو حقوق دینے

والوں سے پوچھا جائے کہ وہ حقوق کی باتیں کیوں کرتے ہیں تو اس کا جواب وہ یہی دیتے ہیں کیونکہ جانور مجبور اور کمزور ہیں یعنی جو کچھ یہ کر رہے ہیں، ضمیر کی آواز پر کر رہے ہیں لیکن اس صورت میں کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ میں ضمیر کی آواز کیوں سنوں اور کیوں نہ اپنا نفع دیکھوں۔ خصوصاً ملحدوں کی سوچ یہی ہے کیونکہ نہ وہ اللہ کو مانتے ہیں نہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور نہ ان کو آخرت کے عذاب کا ڈر ہے لیکن مسلمان جانتا ہے کہ جانوروں کو تکلیف دی تو قبر کے عذاب اور آخرت کے حساب کتاب سے وہ بچ نہیں سکتا۔ یہی اسلام کی برتری ہے۔ اسلام جانوروں پر مہربانی کی حقیقی دلیل پیش کرتا ہے اور ہر قسم کے جانوروں کو حقوق دیتا ہے حتیٰ کہ پودوں کو بھی حقوق دیتا ہے (چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملک شام کی طرف جو مہم روانہ کی اس میں مجاہدین کو جو ہدایات کیں ان میں بچوں، بوڑھوں، عورتوں، پر امن شہریوں، عبادت گاہوں میں عبادت گزاروں کو ہلاک کرنے کی ممانعت کے ساتھ ساتھ درخت کاٹنے اور عمارتیں ڈھانے کی بھی ممانعت فرمائی۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں ترقی اور شائستگی کی دعویدار قوموں کی جنگیں آپ کے سامنے ہیں جنہوں نے وحشیوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک واقعہ سے نباتات کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ نے عذاب قبر میں تخفیف کے لئے ایک قبر پر کھجور کی ہری بھری شاخ رکھ دی اور انسانی فکر کے لئے ایک نیا باب کھول دیا۔ آپ نے اپنے ہاتھوں سے خود کھجور کے پودے لگائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دل کے مریضوں کے لئے عجوہ کھجور تجویز فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحت و تندرستی کی خاطر دانتوں کی صفائی کے لئے پیلو کی خوشبو دار جڑ کی مسواک تجویز فرمائی۔ ان باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ نباتات سے اسلام کو کتنا گہرا تعلق ہے۔ مترجم)

بہرحال اسلام کے اس تصور سے کہ جس نے جانوروں کو تکلیف دی اس

کوعذاب دیا جائے گا اور آخرت میں حساب کتاب کیا جائے گا نیز اسلام نے جانوروں کے آرام اور حفاظت کے لئے جو تعلیم دی ہے اس کو پڑھ کر ان سب لوگوں کو مسلمان ہو جانا چاہئے جو جانوروں سے پیار کرتے ہیں اور مسلمانوں کو بھی یہ احساس ہونا چاہئے کہ ان کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کتنا اچھا سلوک کرنا چاہئے۔(کیونکہ وہ بےحسی اور بےعملی کا شکار ہیں۔مترجم)

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم اس کے مظہر ہو جائیں۔اس کے حکم کے مطابق مخلوق پر حکومت کریں اور اس کے حکم کے مطابق اس مخلوق کو استعمال کر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات کے مطابق ہونا چاہئے۔اگر ہم غذا سے لطف اٹھاتے ہیں اور گوشت کھا کر مزا لیتے ہیں تو ہم کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ کھانے کا ہمارا یہ حق اس یقین سے جنم لیتا ہے کہ ہم زمین پر اللہ کے کامل و مکمل نائب اور خلیفہ ہیں اور ہمارا خیال اور ہمارا عمل خالص ہے (اسی لئے کھانے کے بعد دعا کی جاتی ہے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم کو کھلایا، پلایا اور مسلمان بنایا۔اسلام نہیں چاہتا کہ ہم غفلت سے کھائیں اور کسی لمحہ بھی اللہ کو بھول جائیں۔اسلام ہر آن ہم کو بیدار رکھنا چاہتا ہے۔ہر مسلمان جانوروں کے حقوق کا پاسدار اور محافظ اور ایک بیدار نگہبان ہے اس کو ایسا ہی ثابت کرنا چاہئے۔

○○○

بسلسلہ فتاوائے اہل السنۃ

پیش لفظ

مفتی ظہور احمد جلالی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اشھد انک رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیک وعلی آلک واصحابک وسلم

یہ بدقسمتی ہے کہ ہر دور میں کوئی نہ کوئی نیا فتنہ جنم لیتا آ رہا ہے۔ اور یہ خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دور میں اپنا کوئی نہ کوئی بندہ اس کی سرکوبی کے لیے منتخب فرما دیتا ہے۔ اور یہ اس شخص کی خوش بختی ہے جسے اللہ تعالیٰ ان فتنوں کی راہ میں حائل کر دیتا ہے۔ اور اسے دین کی سربلندی ومبتدعین کی جعلسازی واضح کرنے کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

عن ابراھیم بن عبدالرحمٰن العذری قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین... رواہ البیھقی (مشکوۃ شریف، حدیث نمبر 248)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس علم کو بعد والے صالح لوگوں میں سے عادل حضرات اُٹھائیں گے جو غالیوں کی تحریف، باطل پرستوں کا جھوٹ وفریب اور جہلاء کی غلط سلط تاویل کو اس علم سے دور کریں گے۔

اس حدیث شریف کی شرح میں حضرت ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں کہ **ھٰذا العلم** سے مراد قرآن وسنت کا علم ہے۔ **عدول** عادل کی جمع ہے۔ ثقہ تقویٰ و دیانت والا۔ **خلف** بفتح لام بعد والے نیک لوگ۔ **تحریف الغالین** سے مراد بدعتی

لوگ جو کتاب وسنت میں تجاوز کرتے ہوئے اس کے معنی ومفہوم بدلنے کی اور تحریف کرنے کی کوشش کریں گے وہ حاملین علم شریف اس تحریف وغلو کو دفع دور کریں گے۔

انتحال المبطلین کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کے قول وشعر کو اپنی طرف منسوب کر لینا (جیسے یزید پلید کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ وہ جریر کے اشعار اپنے ظاہر کر دیا کرتا تھا) یہ جھوٹ سے کنایہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ باطل پرست ہمارے علم کی کوئی بات لے کر اپنے باطل خیال کی دلیل بنانا چاہے گا یا اس علم میں اپنی طرف سے کچھ داخل کرنے کی جسارت کریگا تو عادل حاملین علم اس کی نفی کر دیں گے اور اس علم کو اس کی ملمع کاری سے منزہ و پاک کر دیں گے۔

تاویل الجاھلین کہ جاہل لوگ قرآن وسنت میں غلط تاویلیں کرینگے یہ خوش بخت حاملین علم اس کو رد کر دیں گے۔

سوال:۔ ان لوگوں کو یہ فضیلت کیونکر حاصل ہوئی کہ وہ وارث علوم نبوت وحامل علوم شرعیہ بن گئے؟

جواب:۔ اس لئے کہ وہ شریعت کی حمایت کریں گے، متون روایات کی حفاظت کریں گے کہ اس دین میں غلو کرنے والوں کی تحریف سے اسے بچائیں گے۔ وہ اسانید کی حفاظت کرینگے کہ اسے الٹنے پلٹنے والوں، کسی کی طرف غلط نسبت کرنے والوں سے محفوظ رکھیں گے۔ وہ متشابہ امور کی حفاظت کریں گے کہ ٹیڑھے پن کا شکار بدعتیوں کی تاویلوں سے حفاظت کریں گے کہ متشابہ امور کو نصوص محکمہ پر پیش کریں گے تاکہ صحیح مفہوم سامنے آجائے۔ یہی معنی ہیں اس حدیث شریف کے۔

لا یزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق لا یضرھم من خالفھم حتی یاتیھم امر اللہ وھم ظاھرون۔ (ملخصًا۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد 1، ص 4-303)

کہ میری امت کا ایک گروہ حق پر قائم رہے گا حق کے معاملہ میں غالب وظاہر رہے گا۔ اسے مخالفت کرنے والا کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا امر یعنی قیامت آجائے گی اور وہ (اسی طرح) غالب ہی رہیں گے۔

اس حدیث شریف کی روشنی میں واضح ہوگیا غالین، مبطلین اور جاہلین اپنی کرتوتیں دکھاتے ہی رہیں گے اور خوش بخت ثقہ، عادل وصالح لوگ ان کی تحریف، انتحالِ باطل اور جاہلانہ تاویل کا توڑ کرتے ہی رہیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آج کے دور میں ایک لمحہ بات ہوتی ہے تو دوسرے لمحہ میں دنیا کے آخری کونہ تک پہنچ جاتی ہے اور انکار تک کی گنجائش نہیں ہوتی۔ ہمارے استاذ گرامی استاذ الاساتذہ، سلطان المدرسین، زاہد بے ریا، عابد باورع، صائم ایام کثیرہ قبلہ علامہ سلطان احمد چشتی نقشبندی حاصلانوالہ شریف منڈی بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ۔ ’’آپ کے آخری سال کے روزے منفرد شان کے تھے کہ سخت بیماری کے باوجود روزہ رکھتے صبح 8۔ 8:30 بجے سے بے ہوشی طاری ہونا شروع ہو جاتی اور سارا دن اسی طرح غشی نما کیفیت میں گذر جاتا۔ صاحبزادہ عبدالصمد عابد و دیگر اہل خانہ کے اصرار کے باوجود فدیہ دے کر روزہ چھوڑنا گوارہ نہ فرماتے۔ کیونکہ وہ روزہ کی حقیقی لذت سے آشنا ہو چکے تھے۔ **الحمد اللہ علٰی ذٰلک**‘‘ سے کسی نے عرض کیا کہ وہ ٹیپ ریکارڈر لائے ہیں تاکہ آپ کا خطبہ و وعظ جمعۃ المبارک ریکارڈ کر سکیں۔ تو استاذ الکل علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اچھا کیا ہے کہ تم نے مجھے آگاہ کر دیا ہے۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ میرا بیان ریکارڈ نہ کرنا کیونکہ میں ہر تقریر کے بعد توبہ کرتا ہوں کہ یا اللہ! دورانِ گفتگو کوئی خلاف حقیقت بات ہوگئی ہو تو مجھے معاف فرما دینا۔ اگر تم نے میری تقریر ریکارڈ کر لی اور اس میں کوئی بات

غلط نکل گئی ہو تو تم اور تمہارے سننے والے ہمیشہ کے لیے میری غلطی کے گواہ بن جائیں گے۔ بہر حال یہ انکا اپنا حال وتقویٰ تھا۔تبلیغ دین کے حوالے سے اس کے فوائد بھی ہیں۔جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ گو تبلیغ دین تصویر سازی، مووی وغیرہ کے بغیر بھی احسن انداز میں ہو سکتی ہے۔حضرت استاذ گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے ذکرِ حسین کی لذت سے بات طویل ہو گئی۔ مقصد یہ ہے کہ نیٹ پر موجود مقرر، شیخ، واعظ، سکالر الغرض ہر شخص کو سخت احتیاط کی ضرورت ہے پچھلے دنوں ایک صاحب ڈاکٹر علی وقار قادری تلمیذ رشید ڈاکٹر طاہر القادری کی داڑھی شریف کے حوالہ سے نیٹ پر 5 منٹ گفتگو سننے کا اتفاق ہوا' ساری تقریر سننے کی ضرورت ہی نہ رہی۔ ساتھ بیٹھے شخص سے میں نے کہا کہ تاثرات میں لکھ دو کہ اگر ان کے مربی، شیخ اور سب کچھ غالباً ماموں جان بھی ہیں، ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب اسی 5 منٹ کی گفتگو کے متعلق اتنا فرما دیں کہ یہ میرے شاگرد،فیض یافتہ و مربیٰ کی تقریر اصول دین کے عین مطابق ہے تو بندہ حاضر خدمت ہو کہ ان کی قدم بوسی کرنا عین سعادت جانے گا۔یاللعجب۔

آمدم بر سر مطلب، راولپنڈی کے ایک مشہور و معروف سرخ ریش بزرگ نما شخص جن کے نام کے ساتھ سیّد کا سابقہ بھی ہوتا ہے جب کہ پیر علامہ سیّد عبدالقادر شاہ گیلانی ٹینچ بھاٹہ/ انگلینڈ نے ایک موقع پر بتایا تھا کہ میں اس کو سیّد نہیں مانتا۔ یہ ڈرامے کرتا ہے۔ گواہ موجود ہے۔ادارہ تعلیمات اسلامیہ کے مرکز میں آئے روز محفل سجائے درس قرآن دیتے نظر آتے ہیں بلا مبالغہ ان کی ہر تقریر میں کوئی نہ کوئی لغوبات ضرور ہوتی ہے۔

6 ستمبر 2021ء کو ان کا بیان ہوا جس میں اس دور کے بندیالوی مدرسین میں سے ایک روشن نام رکھنے والے علامہ نور احمد خلیفہ مجاز بانیٔ ادارہ تعلیمات اسلامیہ سوہا

وہ تحصیل دینہ ضلع جہلم بھی موجود ہیں۔ جس میں موصوف نے شاہت الوجوہ پر اظہار خیال فرمایا اس پر من افاضل العلماء والسادات البھکھیہ عزیز المدرسین مولانا سیّد عزیز الحسن شاہ مشہدی بھکھوی مدرس سرفراز العلوم ترنول راولپنڈی اور فاضل جلیل مولانا حافظ تنویر الحسن جلالی پوران منڈی بہاؤالدین نے سیر حاصل تبصرہ فرمایا دنیا نے سنا۔ بعد میں فقیر کا شدید ردِ عمل تحریک تحفظ ناموس اہلِ بیت وصحابہ کرام کے مرکزی صدر تک پہنچا۔ دیگر اراکین تحریک تک بھی یہ بات پہنچی کہ سرخ ریش بزرگ پنڈی نے یہ گوہر افشانی فرمائی ہے تو ان کا حق بنتا تھا کہ وہ حقیقت حال سے آگاہی کے بعد اپنے شرعی، منصبی اور احترام اہلِ بیت کے تحفظ کے تقاضے پورے کرتے ہوئے اس کا ازالہ فرماتے مگر وہ ایسا نہ کر پائے۔ ہم نے مناسب سمجھا کہ موصوف کی تقریر پر علماءِ کرام، مفتیانِ عظام، مشائخِ ذی احترام اور حرمتِ اہلِ بیت پر پہرہ دینے والے اصحابِ احتشام بالخصوص آج سے دو (2) سال قبل جب ایک صاحب نے سیّدۂ کائنات سیّدۃ نساءِ اھل الجنۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا و عن جمیع اولادھا من اھل السنۃ کے متعلق ایسے نامناسب الفاظ بول دیئے اور پھر ان پر ڈٹ گئے جو کسی بھی غلام اہلِ بیت کو گوارا نہ تھے اس موقع پر جن حضرات نے جس اولوالعزمی سے غلامئ اہلِ بیت کی چوکیداری کا حق ادا کرنے کی مقدور بھر سعی فرمائی سے راہنمائی لی جائے اور ان کے فتاویٰ جات، آراءِ شریفہ اور افکارِ لطیفہ کو عوام الناس کے سامنے پیش کر دیا جائے۔

اس سلسلہ میں ہم نے ایک استفتاء مرتب کر کے ملک بھر کے ذمہ داران اہل علم وکمال کو ارسال کیا جو جوابات موصول ہو چکے ہیں وہ حاضر خدمت ہیں اور جو حضرات عدیم الفرصتی، عدم توجہی یا کسی اور وجہ سے جواب نہ دے سکے انہیں یاد دہانی کے خطوط لکھے جا چکے ہیں مزید لکھ رہے ہیں جونہی ان کے جوابات موصول ہونگے شائع

کر دیئے جائینگے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

انتہائی توجہ کی درخواست

مذکورہ بالا حدیث شریف اور حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری کی تشریح وتوضیح سے پتہ چلتا ہے کہ علوم نبوت کا وارث وہی شخص قرار پا سکتا ہے جو روزمرہ کے ضروری مسائل بتانے کے ساتھ ساتھ ان مسائل پر جان وجگر پگھلا دے جن میں بدعتی لوگ مسلمانوں کے عقائد ونظریات پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ تحریف غالین، انتحال مبطلین اور تاویل جاہلین کی علوم شرعیہ سے نفی کرنا اور مسائل صوم وصلاۃ بیان کرنا برابر نہیں ہو سکتے بالخصوص **لایضرھم من خالفھم** کا جملہ بتاتا ہے کہ وارث علوم نبوت کا شرف ایسے کسی خوش نصیب کو ہی مل سکتا ہے جو ان غلاۃ، مبطلین اور جہلاء کی اذیتیں برداشت کرتے ہوئے کلمۂ حق بلند کرتا ہو۔ نازک مزاجی، صلح کلیت، علاقائی رواداری، رشتہ داری کی پاسداری، حضرات کی نرم خوئی، ذاتی، دعوتی یا جماعتی مفاد کی خاطر لب دوزی کے عاملین سجادہ نشینی کی لذت سے معمور ومخمور سالکین ومرشدین۔ واللہ ورسولہٗ اعلم بالصواب نفی تحریف و انتحال وتاویل کے بغیر وراثت نبوت علم کے حاملین میں شامل ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اس پر بندہ کسی قسم کی رائے زنی نہیں کر سکتا ہمیں خود ہی اپنے طور پر سوچنا ہوگا۔

ضروری گذارش: جن حضرات کی خدمت میں استفتاء دستی یا بذریعہ ڈاک پیش کیا گیا ان سے گذارش ہے وہ اپنے علم وادراک کے مطابق جواب سے نوازیں۔ **جزاکم اللہ تعالیٰ فی الدّارین خیرًا۔**

شارح حدیث نجد ظہور احمد جلالی عفی عنہ

8 شوال المکرم 1443ھ 10 مئی 2022ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ماہنامہ جہان رضا لاہور کے پچھلے شمارہ نمبر 5 جلد نمبر 28 شوال المکرم 1443ھ

مئی 2022 میں سادات مشہدیہ بھکھیہ کے ایک نامور مدرس، محقق اور مفتی سیّد العلماء سیّد عزیز الحسن شاہ مشہدی استاذ الحدیث جامعہ سرفراز العلوم ترنول راولپنڈی کا جواب معہ استفتاء شائع کیا گیا تھا اب تک مزید جو جوابات موصول ہوئے ہیں ان میں سرفہرست فتویٰ امام المدرسین حضرت علامہ مولانا محمد فضل سبحان قادری دامت برکاتہ مردان کا ہے جو ان کے شاگرد خاص مولانا محمد زاہد قادری مفتی جامعہ قادریہ نے تحریر فرمایا ہے اور امام المدرسین نے تصدیق فرمائی ہے، اس کے ساتھ دیگر مفتیان کرام کی تصدیقات بھی شامل اشاعت ہیں جو کہ حاضر خدمت ہیں۔ مرتبین۔ قاری محمد بابر نوری، قاری نصیر احمد قادری، محمد شفیق چشتی۔

دار الافتاء سبحانیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صلی اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم

جامعہ قادریہ نوشہرہ روڈ مردان خیبر پختون خوا پاکستان

ریفرنس نمبر: MRD 03

تاریخ: 11-05-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک خطیب صاحب نے بیان میں کہا کہ: ''شاھت الوجوہ'' اس کا معنی کیا ہے؟ بڑی عجیب بات میں بتاؤں۔ میں نے بڑی بڑی تاریخیں پڑھی ہیں اس لفظ کا معنی کسی نے نہیں بتایا، میں ذوق کے مطابق آپ کو بتانے لگا ہوں۔ چلو آپ کو سمجھانے کے لئے کہتا ہوں، ویسے اس کے اکیس معانی ہیں، اگر تاج العروس پڑھیں۔ اکیس کے اکیس تو میں بیان نہیں کرسکتا، میں ایک بتاتا ہوں۔ اصل میں بادشاہا یہ جو شاہا کہتے ہیں۔ جو چھا جائے وہ شاہ ہوتا ہے اور سوہنیوں! جو سر نیچے کر کے جو سب کچھ حوالے کر دے وہ جناب شاہ

نہیں ہوتا، شاہ کا معنی پھیلنے والا ہوتا ہے اور پھیلانے والا ہوتا ہے۔ شاہ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم تھے جب کہا شاھت الوجوہ میرے ہاتھ سے نکلنے والی مٹی یا اللہ کوئی بدری کافر نہ ہو جس کی آنکھوں میں نہ پہنچ جائے۔ علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کوئی نہ بچا اس کی آنکھوں میں مٹی پہنچ گئی یہ شاہ تھے اور کربلا میں

شاہ است حسین بادشاہ است حسین

کیا یہ بیان قرآن وحدیث اور لغت کے اعتبار سے درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس بیان کرنے والے کا کیا حکم ہے؟ نیز کیا واقعی کوئی سیّد صلح کرنے سے شرف سیادت سے محروم ہو جاتا ہے؟

سائل: قاری بابر حسین نوری (جامع مسجد ابوبکر صدیق وقار کالونی، لاہور)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الجواب بعون الملک الوھاب اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب

مذکورہ بیان جھوٹ اور حدیث شریف کی غلط تشریح پر مشتمل ہے اور جھوٹ بولنا اور احادیث مبارکہ کی غلط تشریح کرنا دونوں ناجائز وحرام اور سخت گناہ ہے۔ بیان کرنے والے پر سچی توبہ کرنا اور آئندہ کے لئے جھوٹ اور احادیث مبارکہ کی غلط تشریحات کرنے سے بچنا لازم ہے۔

اس میں تفصیل یہ ہے کہ: یہ الفاظ ''شاہت الوجوہ'' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی بار صادر ہوئے ہیں (1) جیسا کہ جنگ بدر کے بارے میں تفسیر ثعلبی، کشاف، خازن، نیشاپوری، تفسیر منیر وغیرہ میں ہے: ''**والنظم للاول: فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما التقی الجمعان لعلی رضی اللہ عنہ ''أعطنی قبضۃ من حصا الوادی'' فناولہ من حصی علیہ تراب فرمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ فی وجوہ القوم وقال: شاھت الوجوہ فلم یبق مشرک**

إلا دخل فی عینه وفمه ومنحریه منها شیء۔'' جنگ بدر کے دن جب دونوں گروہ آمنے سامنے ہو گئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: مجھے اس وادی سے ایک مٹھی کنکر دے دو۔ تو انہوں نے کنکر حاضر کئے جن پر مٹی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کے چہروں پر دے مارا اور فرمایا (بگڑ گئے یہ چہرے) تو کوئی مشرک نہیں بچا جس کی آنکھ، منہ اور دونوں نتھنوں میں اس سے کوئی چیز داخل نہ ہوئی ہو۔ (تفسیر ثعلبی جلد 4، صفحہ 338، مؤسسة الرسالة بیروت)

تفسیر زاد المسیر میں ہے: ''فأما قوله تعالیٰ: وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ ففی سبب نزوله ثلاثه أقوال: أحدها: أن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال لعلی: ناولنی کفاً من حصباء، فناوله، فرمی به فی وجوه القوم، فما بقی منهم أحد إلا وقعت فی عینه حصاة۔ وقیل: أخذ قبضة من تراب، فرمی بها، وقال: (شاهت الوجوه) فما بقی مشرک إلا شغل بعینه یعالج التراب الذی فیها، فنزلت وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰـکِنَّ اللہ رَمٰی وذٰلک یوم بدر هٰذا قول الأکثرین'' اللہ تعالیٰ کا یہ قول (وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ) تو اس کے سبب نزول میں تین اقوال ہیں: ان میں سے ایک یہ ہے کہ ''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: مجھے کنکریوں میں سے ایک مٹھی دے دو۔ تو انہوں نے کنکریاں حاضر کیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کے چہروں پر دے مارا تو ان میں سے کوئی بھی نہیں بچا جس کی آنکھ میں کوئی کنکری نہ گئی ہو۔ اور کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی سے ایک مٹھی لیکر ان پر دے مارا اور فرمایا (بگڑ گئے یہ چہرے) تو کوئی مشرک نہیں بچا مگر وہ اپنی آنکھوں میں گئی ہوئی مٹی کو جھاڑنے میں مشغول ہو گیا تو یہ آیت نازل ہوگئی (وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰـکِنَّ اللہ رَمٰی) اور یہ بدر کا دن تھا یہ

اکثر کا قول ہے۔(زاد المصير علم التفسير جلد 2، صفحہ 195، مؤسسة الرسالة بيروت)

(1) ہجرت سے قبل بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ صادر ہوئے تھے جیسا کہ مسند امام احمد میں ہے: "عن ابن عباس، قال: إن الملأ من قريش اجتمعوا فی الحجر، فتعاقدوا باللات والعزى، ومناة الثالثة الأخرى، ونائلة وإساف: لو قد رأينا محمدا، لقد قمنا إليه قيام رجل واحد، فلم نفارقه حتى نقتله، فأقبلت ابنته فاطمة رضی الله عنها تبكی، حتى دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقالت: هؤلاء الملأ من قريش، قد تعاقدوا عليک، لو قد رأوک، لقد قاموا إليک فقتلوک، فليس منهم رجل إلا قد عرف نصيبه من دمک۔ فقال: "يا بنية، أرينی وضوءاً) فتوضأ، ثم دخل عليهم المسجد، فلما رأوه، قالوا: هاهو ذا، ... فأقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى قام على رءوسهم، فأخذ قبضة من التراب، فقال: (شاهت الوجوه) ثم حصبهم بها، فما أصاب رجلا منهم من ذلک الحصی حصاة إلا قتل يوم بدر كافرا)" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: کہ حطیم شریف میں قریش کا ایک گروہ جمع ہوا اور اس بات پر لات، منات، عزی، نائلہ اور اساف کی حلف اٹھایا کہ اگر ہم نے محمد کو دیکھا تو ہم سب مل کر یکبارگی سے ان پر حملہ کریں گے اور جب تک ہم ان کو معاذ اللہ قتل نہ کریں ہم ہٹیں گے نہیں، تو حضور کی شہزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا روتی ہوئی آئیں یہاں تک کہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض گزار ہوئیں کہ قریش کے اس گروہ نے اس بات پر حلف اٹھایا ہے کہ اگر وہ آپ کو دیکھیں تو آپ پر سب مل کر یکبارگی سے حملہ کر کے معاذ اللہ آپ کو شہید کر دیں گے تو ان میں سے کسی ایک پر بھی آپ کے خون کا

الزام نہیں آئے گا۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میری بیٹی مجھے وضو کرنے دوتو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوفرمایا اور مسجد میں چلے گئے جب کفار نے دیکھا تو بولے وہ یہ ہے......تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے یہاں تک کہ ان کے سروں کے قریب کھڑے ہوگئے اور مٹی سے ایک مٹھی لیکر فرمایا (بگڑ گئے یہ چہرے) اوران پر وہ مٹی پھینک دی تو جس کو بھی ان کنکر سے کچھ پہنچ گئی ہو وہ بدر کے دن کافر قتل ہوا۔(مسند امام احمد جلد 4، صفحہ 486، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

(3)اسی طرح حضرت سلمہ ابن اکوع رضی اللہ عنہ غزوہ حنین کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین میں شریک تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی پیٹھیں پھر گئیں: ”فلما غشوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزل عن البغلة، ثم قبض قبضة من تراب من الأرض، ثم استقبل به وجوههم، فقال: (شاهت الوجوه)، فما خلق الله منهم إنسانا إلا ملأ عينيه ترابا بتلك القبضة، فولوا مدبرين، فهزمهم الله عزوجل، وقسم رسول الله صلی الله علیه وسلم غنائمهم بين المسلمين۔“
پھر جب کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا تو آپ خچر سے اترے پھر زمین سے مٹی کی مٹھی لی پھر سامنے سے اس کو کفار کے چہروں پر دے مارا پھر فرمایا: بگڑ گئے یہ چہرے تو ان میں سے اللہ نے کوئی انسان نہ پیدا فرمایا مگر اللہ نے اس کی آنکھیں اس مٹھی کی مٹی سے بھر دیں پھر وہ پیٹھ دے کر بھاگ گئے اللہ نے انہیں شکست دے دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غنیمتیں مسلمانوں میں تقسیم فرمائیں۔“
(صحیح مسلم، جلد 3، صفحہ 1402، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اب سوال میں مذکورہ بیان میں: اولاً تو خطیب صاحب نے کہا ہے کہ ”شاھت الوجوہ کا معنی کسی نے نہیں کیا ہے“ جبکہ کئی صحابہ تابعین اور محدثین نے اس کا معنی کیا

ہے۔ جیسا کہ تاج العروس میں ہے: وفی حدیث حنین: أنه رمی المشرکین بکف من حصی وقال: (شاهت الوجوه)... قال أبو عمرو: أی قبحت الوجوه۔ اور حدیث حنین میں ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کو مٹھی بھر کنکر سے مارا اور فرمایا: شاهت الوجوه... ابوعمرو فرماتے ہیں اس کا معنی ہے: ''قبحت الوجوه'' یعنی چہرے قبیح ہوئے۔ (تاج العروس، جلد 36، صفحہ 420، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''شاهت الوجوه أی قبحت'' شاهت الوجوه کا معنی ہے قبیح ہوئے۔ (شرح السیوطی علی مسلم، جلد 4، صفحہ 388، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: ''(نزل عن البغلة، ثم قبض قبضة من تراب من الأرض، ثم استقبل به) أی: بالتراب (راميا وجوههم۔ فقال) أی: دعاء أو خبرا (شاهت الوجوه)، أی: تغيرت وقبحت (فما خلق الله منهم إنسانا) أی: فما بقی منهم أحد (إلا ملأعينيه ترابا بتلك القبضة): آپ صلی اللہ علیہ وسلم خچر سے اترے پھر زمین سے مٹی کی مٹھی لی پھر حضور انکی طرف متوجہ ہوئے انکے چہروں کو اس مٹی سے مارتے ہوئے۔ پھر بطور دعا یا خبر دیتے ہوئے فرمایا ''شاهت الوجوه'' یعنی متغیر ہو گئے اور قبیح ہوئے یہ چہرے تو ان میں سے اللہ نے کوئی انسان نہ پیدا فرمایا یعنی ان میں سے کوئی باقی نہیں بچا مگر اللہ نے اس کی آنکھیں اس مٹھی کی مٹی سے بھر دیں۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، جلد 9، صفحہ 3793، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

ثانیاً پھر خود خطیب صاحب نے کہا ہے کہ: تاج العروس میں اس کے اکیس معانی مذکور ہیں۔ اور پہلے کہتے ہیں کہ کسی نے اس کا معنی نہیں کیا ہے۔

ثالثاً تاج العروس میں جتنے معانی ہیں ان میں پھیلنے یا پھیلانے والا کوئی معنی نہیں ہے۔

رابعاً اگر چہ شاہ کے کئی معانی ہیں لیکن ہر معنی کا اپنا اپنا مقام ہے، یہ نہیں کہ جہاں جو دل چاہئے وہ معنی لے لے۔جیسا کہ اسی مقام پر سب نے ''قبحت یعنی بگڑ گئے'' کا معنی کیا ہے جبکہ موصوف نے اپنی ذوق سے پھیلنے والا معنی کیا ہے جو کسی نے نہیں کیا ہے۔

خامساً خطیب صاحب نے یہاں پر فاعل کا معنی ترک کیا ہے اور شاہت فعل سے بھی صرف شاہ کا معنی کیا جبکہ فعل بغیر فاعل کے نہیں ہوسکتا۔اگر خطیب صاحب کا معنی لیا جائے اور پورے جملہ (فعل مع فاعل) کا ترجمہ کیا جائے تو پھر معنی بنے گا ''چہرے پھیل گئے'' کیونکہ شاہت کا فاعل وجوہ ہے نہ کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ، یہ کلمات تو حضور نے یا تو بطور دعائے ضرر کہے تھے یا جو ہونے والا تھا اس کی خبر دی تھی کہ اب ان کے چہرے بگڑنے والے ہیں نہ کہ پھیلنے والے ہیں۔

سادساً موصوف نے کہا ہے کہ جو سر نیچے کر کے جو سب کچھ حوالے کر دے وہ جناب شاہ نہیں ہوتا۔اس جملے میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ نظر آتا ہے۔اگر ایسا ہی ہے تو اولاً یہاں پر شاہت الوجوہ میں شاہ سے مراد وہ شاہ نہیں ہے جو ہمارے عرف میں سادات کے لئے استعمال ہوتا ہے ثانیاً قطع نظر اس جملے کے اگر کہا ہو کہ وہ شاہ نہیں ہے جو سر نیچے کر کے سب کچھ حوالے کر دے یعنی وہ سیّد نہیں جو صلح کرے تو یاد رکھئے ! کہ سیّد کی تو شان یہی ہے کہ دو مسلمانوں میں صلح کرا دیں اور پھر مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرانا یہ تو امام حسن رضی اللہ عنہ کی وہ شان ہے جو خود ان کے نانا جان محبوب سبحان صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے جیسا کہ خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: (ان ابنی ھذا سیّد لعل اللہ ان یصلح بہ

بین فئتین عظیمتین من المسلمین" میرا یہ بیٹا سیّد ہے، میں امید کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل اس کے باعث دو بڑے گروہِ اسلام میں صلح کرا دے گا۔" (صحیح البخاری، کتاب الصلح، الحدیث: 2704، جلد3، صفحہ186 مؤسسة الرسالة بیروت)

اگر واقعی معاملہ ایسا ہی ہے اور اس روایت کو جانتے ہوئے اس کے باوجود ایسا کہنا کہ وہ شاہ نہیں ہے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا انکار کرنا ہے جو کہ سخت ظلم ہے۔ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص حدیث کا منکر ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہے اور جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہے وہ قرآنِ مجید کا منکر اور جو قرآن مجید کا منکر ہے اللہ واحدِ قہار کا منکر ہے اور جو اللہ کا منکر ہے صریح مُرتد کافر ہے۔" (فتاویٰ رضویہ جلد14، صفحہ312، رضا فائونڈیشن لاہور)

لہٰذا اس خطیب کو چاہئے کہ ان گناہوں سے سچی توبہ کر کے تجدید ایمان و نکاح بھی کر لے۔ اور آئندہ ایسی بے ہودہ باتوں سے باز رہے۔

اور عوام مسلمین کو درخواست ہے کہ مذکورہ خطیب موت اور قبر و آخرت سے غافل اور محض عوام سے واہ واہ کرانے کا شوقین نظر آتا ہے لہٰذا اس کی مجلس میں جانا عوام مسلمین کے دین و ایمان کے لئے خطرناک ہے لہٰذا اپنے ایمان کی خاطر، عوام مسلمین کو اس کے وعظ کے مجالس میں نہیں جانا چاہئے۔

اصاب من اجاب۔

خادم العلوم الدینیہ۔

خادم العلوم الدینیہ - 11.5.2022

11.5.2022

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

کتبہ

مفتی محمدزاھدخان قادری

10شوال المکرام1443ھ/11مئی2020ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تصدیقات

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم امابعد

زیرنظر استفتاء اور افتاء کا میں نے مطالعہ کیا۔

اور اس بات کی تصدیق اور تائید کرتا ہوں کہ ان صاحب نے مسلم شریف کی حدیث میں موجود لفظ "شاھت الوجوہ" کا غلط معنی کر کے حدیث میں تحریف معنوی کی ہے جوکہ سنگین جرم ہے اور وہ صاحب اس پر اس وقت بھی قائم ہیں اور وہ اپنی غلطی پر مصر ہیں جوکہ کبیرہ گناہ ہے۔

گویا تحریف معنوی کر کے سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھا گیا ہے۔ ان کیلئے اعلانیہ توبہ واجب ہے کہ جس طرح ان کی یہ ویڈیو منظر عام پر آئی ہے اس طرح توبہ کی ویڈیو کو منظر عام پر لانا ضروری ہے۔ فرمان مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم:

من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: 1291)

جس نے جان بوجھ کر میرے اوپر جھوٹ باندھا اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیا۔

حدثنا عبداللہ بن محمد حدثنا ابن عیینۃ عن الزھری عن عروۃ عن اسامۃ بن زید رضی اللہ عنھما قال أشرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی أطم من آطام المدینۃ ثم قال ھل ترون ما أری إنی

أرى مواقع الفتن خلال بيوتكم كمواقع القطر (صحيح البخاري، رقم الحديث 2467)

ترجمہ: ہم سے حضرت عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت ابن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حضرت زہری نے بیان کیا، ان سے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ان سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف کے ایک بلند مکان پر جلوہ فرما ہوئے۔ پھر فرمایا: کیا تم لوگ بھی دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں کہ (عنقریب) تمہارے گھروں میں فتنے اس طرح برس رہے ہوں گے جیسے بارش برستی ہے۔

گویا ایسی باتیں کرنا فتنہ پیدا کرنا ہے اور ایسی باتیں کرنے والا فتنوں کو ہوا دینے والا ہے۔ **العیاذ باللہ**

خاکِ راہِ حضرت سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

صاحبزادہ ڈاکٹر مفتی محمد احسان الحق سعیدی محمدی سیفی

صدر مدرس خانقاہ جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم ترنول شریف اسلام آباد

محمد احسان الحق

29-03-2022

میں نے استفتاء کا بغور مطالعہ کیا ہے اور اس کی مکمل طور پر تائید کرتا ہوں۔

سیّد توقیر الحسن مشہدی

مدرس جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم ترنول، اسلام آباد

29-3-22

فقیر نے فتویٰ کا بغور مطالعہ کیا اور اس کو عین حق وصواب پایا اور میں اس کی مکمل تائید و توثیق کرتا ہوں۔

ابوالبرہان برہان رسول قادری رضوی

ادنیٰ تلمیذ وخلیفہ مجاز ابوالفضل مفتی فضل سبحان قادری دامت برکاتہم العالیہ۔

سبزہ زار لاہور

0324-8482818

12-05-22

میں نے استفتاء فتویٰ کا بخوبی مطالعہ کیا اور اس کو عین حق پایا اور میں اس کی مکمل تائید کرتا ہوں۔

ابوالذکاء محمد زکی قادری

ادنیٰ شاگرد ابوالفضل مفتی فضل سبحان قادری دامت برکاتہ

عالو گوٹھ صادق آباد

0322-9762482

12-05-2022

میں نے اس فتویٰ کا مطالعہ کیا اس کو صحیح اور حق پایا اور اس کی مکمل تائید کرتا ہوں۔

حافظ لیاقت علی نقشبندی

فاضل جامعہ چراغیہ گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

فاضل جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

0313-7039355

جواب استفتاء:

استاذ العلماء جامع المعقول والمنقول علامہ قاری جان محمد قادری بندیالوی

سابق استاذ المعقولات جامعہ نعیمیہ لاہور حال پاکپتن زید مجدہ شریف۔

الجواب ھو الموفق للصواب۔

جواب حاضر ہے۔نمبر 1:۔خط کشیدہ جو مذکورہ نمبر 4 ہے ایسا کوئی ضابطہ نہیں ہے بلکہ جواہر البحار علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ جہاں اہلِ بیت کا ذکر ہے وہاں لکھا ہے اہلِ بیت اگر گناہ بھی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو پاک کر دیتا ہے وہ گناہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ معاف کر کے اس کو پاک کر دیتا ہے۔**ویطھر کم تطھیرًا**۔ جواہر البحار جو عربی میں ہے اس کو دیکھو۔

نمبر 2:۔شاھت الوجوہ کا معنی حزب البحر جو مستند وظیفہ ہے اس میں ہے کہ اس کا معنی ہے بگڑ جائیں منہ۔

حضرت امام حسن (رضی اللہ عنہ) نے سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی اور خلافت ان کو دی جس کی بشارت حضور علیہ السلام نے پہلے دے دی تھی کہ یہ میرا نواسہ دو گروہوں میں صلح کرا دے اور خلافت سیّد امیر معاویہ کو دے دی تاکہ خون ریزی نہ ہو۔

<u>نوٹ:۔</u> میں نے آپ کو عرض کیا تھا کہ اہل بیت کی وجہ سے ایک فرقہ رافضی ہو گیا اور دوسرا فرقہ خارجی ہو گیا افراط و تفریط کی وجہ سے۔اب یہاں سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ اسی میں احتیاط کرے افراط و تفریط سے بچ جائے ورنہ یہ بہت خطرناک سلسلہ چل رہا ہے۔فقط

قاری جان محمد
استاذ العلماء سابق شیخ المعقولات
جامعہ نعیمیہ لاہور حال پاکپتن شریف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اہل السنۃ کے عظیم ادارہ جامعہ رضویہ گلستانِ مہریہ راولپنڈی میں تدریس، اہل السنۃ کی دبنگ انداز میں ترجمانی، وہابیہ کے ساتھ پر مغز علمی و باطل سوز مناظرہ اور گستاخ کون ہے؟ کے نام سے اس مناظرہ کی بلفظہ اشاعت، اکابرین زمانہ کے زیر سایہ رہ کر سینہ تان کر تبلیغ دین و دیگر خصوصیات کی بنا پر شہرت پانے والے۔

شمشیر اہل سنت، شمشیر اعلیٰ حضرت، شمشیر اہل بیت کرام کے القاب سے ملقب، بعض ابنائے زماں کی روش کے برخلاف حقیقت پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی بعض غیر محتاط قابل گرفت باتوں پر غیر مشروط توبہ کرنے پر اہل محبت کے دلوں میں گھر کر جانے والے (الاستقامۃ فوق الکرامۃ) ٹی وی چینلوں پر فرق باطلہ کا حکیمانہ رد کرنے اور اہل باطل کی سرکوبی کرنے کا اعزاز پانے والے اور وسعتِ مطالعہ کی دولت سے مالا مال حضرت علامہ مفتی محمد حنیف قریشی دام ظلہ کی خدمت میں پیر (سیّد) ریاض شاہ صاحب کا بیان ارسال کیا گیا تو جناب محترم شمشیر...... بلکہ دو دھاری شمشیر نے ویب سائٹ پر جو جواب عنایت فرمایا اس کا عکس پیش خدمت ہے امید ہے کہ حضرت شمشیر...... احترام حدیث اور سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی عظمت کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی فقہی و علمی بصیرت سے کام لیتے ہوئے تفصیلی فتویٰ سے نوازیں گے سردست جو جواب موصول ہوا ہے ناظرین اس پر اکتفاء فرمائیں کیونکہ گردشِ ایام کو دیکھ کر تلوار نیام میں داخل ہوگئی باہر آئے گی تو بجلیاں گرائے گی۔

محاورہ ہے: ؎ تپسی تے ٹھس کرسی۔ مرتبین۔

اس تحریر کے کئی روز بعد ان کا فون آیا جس میں انہوں نے اہل سنت کے نظریات کی مکمل غیر مشروط تائید فرمائی۔ جزاہ اللہ تعالیٰ۔

علمائے احناف پر کتب

ابوالابدال محمد رضوان طاہر فریدی

(فاضل جامعۃ المدینہ، فیضان مدینہ، اوکاڑا)

علمائے احناف پر کتب

قرآن و حدیث میں سابقہ انبیاء و اقوام کے حالات بیان ہونے کے سبب مسلمانوں کا تعلق شروع سے ہی تاریخ سے جڑا ہوا ہے تاریخ اور مسلمان لازم وملزوم کی حیثیت سے ہیں جب تدوین حدیث کا دور آیا تو محدثین کرام نے حدیث کے ساتھ راویان حدیث کے حالات بھی قلم بند کرنا شروع کر دیئے جوفن علم الرجال کی بنیاد کا سبب بنا پھر محدثین نے اس کے اصول وضوابط بھی وضع کیے اور اس فن کو بام عروج پر پہنچانے کے لئے سعی بلیغ سے کام لیا۔

بعد میں راویان حدیث کے ساتھ محدثین اور دیگر علماء کے حالات جمع ہونے لگے جس سے نہ صرف با قاعدہ تذکرہ نویسی کا فن وجود میں آیا بلکہ بہت سے معرکہ آراء تذکرے بھی سامنے آئے پھر اس میں مزید ترقی یہ ہوئی کہ مختلف علوم وفنون میں مہارت رکھنے والوں یا کسی ایک فن میں مشغول رہنے والے علماء، فقہاء، محدثین، مفسرین، بلغاء، شعراء وغیرہ کے تذکرے مرتب ہونے لگے اسی رجحان کے سبب ائمہ اربعہ سے تعلق رکھنے والے فقہاء و علماء کے بھی الگ الگ تذکرے مرتب ہوئے جنہیں طبقات کے نام سے جمع کیا جانے لگا۔

معلوم تذکروں میں فقہاء احناف پر سب سے پہلا تذکرہ "طبقات الحنفیہ" کے نام سے علامہ ابی عاصم محمد بن ابراھیم بن محمد عبداللہ الھروی (متوفی 458ھ) کا ہے اس کے بعد علمائے احناف پر لکھنے کا سلسلہ ہر صدی میں رہا ہے سوائے چھٹی صدی

ہجری کے،اس صدی میں طبقات احناف پر کسی کتاب کا ذکر نہیں ملتا۔

امام اعظم ابوحنیفہ سے والہانہ قلبی تعلق ہونے اور اپنے معمولات دینی فقہ حنفی کے مطابق ادا کرنے کی وجہ سے علمائے احناف کی سیرت سے آگاہی ایک فطری رجحان ہے اور پھر تاریخ سے شغف نے بھی اس میں اضافہ کیا۔ چند سال قبل خاص علمائے احناف پر لکھی گئی کتب سے دلچسپی پیدا ہوئی تو پتا چلا کہ طبقات احناف پر جملہ کتب عربی میں ہیں سوائے "حدائق الحنفیہ" کے اور ان کتب کے کسی ایک جگہ نام بھی نہیں ملتے جب "حدائق الحنفیہ" خریدی تو اس کے مرتب خورشید احمد خان نے ڈاکٹر عبدالرشید کے ایک مضمون "طبقات الحنفیّۃ ومؤلّفوھا" کا ذکر کیا اور بتایا کہ ڈاکٹر صاحب نے علمائے احناف پر 31 کتب کے اسماء گنوائے ہیں کافی تلاش وجستجو کے بعد بھی ڈاکٹر عبدالرشید کے مضمون تک رسائی نہیں ہوسکی۔

پھر خود ہی علمائے احناف پر کتب کے اسماء جمع کرنے شروع کیے اور مختلف کتب کی مدد سے انہیں اس مقالے میں جمع کر دیا ہے جن کی تعداد 40 ہے ڈاکٹر عبدالرشید نے 31 کتب کے اسماء گنوائے تھے اور جن 9 کا ہم اضافہ کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں ان میں سے "البدور المضیہ ،اعلام الحنفیہ اور الجواھر النقیہ" تین کتب رواں صدی میں تالیف ہوئی ہیں جبکہ دیگر کون سی 6 کتب ڈاکٹر عبدالرشید اپنے مضمون میں نہیں لے کر آئے یہ ڈاکٹر صاحب کا مضمون دیکھنے کے بعد ہی بتا سکتے ہیں جو فی الحال ہماری دسترس میں نہیں ہے۔ خیر علمائے احناف پر کتب کے اسماء مع مختصر ضروری معلومات کے ملاحظہ کریں جنہیں ہم نے زمانی ترتیب کے ساتھ مرتب کیا ہے۔

1)طبقات الحنفیہ:

ابی عاصم محمد بن ابراہیم بن محمد عبداللہ الھروی (متوفی 458ھ) ہماری معلومات

کے مطابق علمائے احناف پر اس کتاب کو اولیت کا شرف حاصل ہے۔اس کتاب کا مخطوطہ آیا صوفیاء استنبول، رقم:948 محفوظ ہے۔

2)طبقات الفقہاء:

اس کے مصنف ابو محمد عبد الوہاب بن محمد بن عبد الوھاب الفامی (متوفی 500ھ) ہیں۔

3)طبقات الفقہاء:

یہ محمد بن عبد الملک بن ابراہیم الھمد انی (متوفی 521ھ) کی تصنیف ہے۔اس کتاب میں علمائے احناف کے ساتھ علمائے شوافع کے تراجم بھی موجود ہیں۔

4)وفیات الاعیان من مذھب النعمان:

یہ علامہ نجم الدین ابراہیم بن احمد الطرطوسی (متوفی 758ھ) کی تصنیف ہے مکتبہ ظاہر یہ، دمشق میں اس کا مخطوطہ محفوظ ہے۔

5) کتاب فی طبقات الحنفیہ:

علمائے احناف پر یہ ایک بڑی کتاب ہے جس کے مصنف علامہ صلاح الدین عبداللہ بن محمد المھندس (متوفی 769ھ) ہیں۔

6)الجواھر المضیہ فی طبقات الحنفیہ:

علامہ محی الدین عبدالقادر بن محمد بن نصر قرشی (متوفی 775ھ) کی یہ کتاب طبقات احناف پر قدیم کتب میں پہلی کتاب ہے جو مطبوع ہے حاجی خلیفہ نے طبقات احناف پر اسے متعلقاً پہلی کتاب قرار دیا ہے۔جو کہ درست نہیں کیونکہ علمائے احناف پر جس کتاب کو اولیت کا شرف حاصل ہے اس کا ذکر ہم مذکورہ بالا سطور میں کر چکے ہیں ہاں یہ ضرور ہے کہہ سکتے ہیں کہ طبقات احناف پر قدیم کتب میں طبع ہونے کے سلسلہ میں اسے اولیت ہے۔اس کی پہلی اشاعت 1332ھ کو دائرۃ المعارف النظامیہ،

حیدر آباد سے ہوئی تھی اسی کی عکسی اشاعت میر محمد کتب خانہ، کراچی نے کی اس کے بعد ڈاکٹر عبد الفتاح الحلو کی تحقیق سے 1398ھ کو مطبعۃ عیسی البابی، مصر سے شائع ہوئی جبکہ ایک اشاعت دار الکتب العلمیہ، بیروت کی طرف سے بھی ہو چکی ہے۔

7) نظم الجمان فی طبقات اصحاب امامنا النعمان:

علامہ صارم الدین ابراہیم بن محمد بن ایدمر بن دقماق القاھری (متوفی 809ھ) کی یہ کتاب تین مجلدات میں ہے۔ اس کی پہلی جلد حاجی خلیفہ کی نظر میں آ چکی تھی۔

اس کتاب کے مخطوطات دنیا کی مختلف لائبریریوں میں محفوظ ہیں جیسے کہ مکتبہ عاطف آفندی، ترکی، رقم: 1942، مکتبہ طوبقبو رسرای، ترکی، رقم: 2927، مکتبہ حمد ثالث، ترکی، رقم: 2927، معھد المخطوطات العربیہ، رقم: 618، مکتبۃ الوطنیہ، پیرس، رقم: 2096۔

8) المرقاۃ الوفیۃ فی طبقات الحنفیہ:

یہ علامہ مجد الدین ابی طاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی شیرازی شافعی صاحب قاموس المحیط (متوفی 817ھ) کی تالیف ہے جو اصل میں "الجواھر المضیہ" کا معمولی اضافات کے ساتھ اختصار ہے۔

9) التذکرۃ:

یہ علامہ تقی الدین احمد علی بن عبد القادر المقریزی (متوفی 845ھ) کی تصنیف ہے اس کے کسی مخطوطے کا علم نہیں ہو سکا علامہ قطلوبغا نے "تاج التراجم" کے مقدمہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

10) طبقات الحنفیہ:

یہ فقیہ شام و مؤرخ علامہ تقی الدین ابی بکر احمد بن محمد بن عمر الاسدی الدمشقی (متوفی 851ھ) کی کاوش ہے۔

11) طبقات الحنفیہ :

یہ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی (متوفی 855ھ) کی تصنیف ہے۔

12) تاج التراجم فی طبقات الحنفیۃ :

شیخ زین الدین قاسم بن قطلوبغا (متوفی 879ھ) کی یہ کتاب 1862ء میں پہلی بار طبع ہوئی تھی پھر ایک سو سال بعد 1962ء میں مطبعۃ العانی، بغداد سے 134 صفحات پر شائع ہوئی جس میں 419 علمائے احناف کے انتہائی مختصر کوائف اور اسماء مذکور ہیں۔ اس کتاب کا ایک نسخہ ذخیرہ کتب پروفیسر محمد اقبال مجددی، پنجاب لائبریری، لاہور میں محفوظ ہے۔ نیز اس کتاب کی ایک جدید اشاعت دارالقلم، دمشق سے بھی ہو چکی ہے۔

13) طبقات الحنفیہ :

علامہ شمس الدین محمد بن محمود بن خلیل القونوی، المعروف بابن اجا (متوفی 881ھ) کی یہ کتاب تین مجلدات پر مشتمل ہے۔

14) طبقات الحنفیہ :

یہ کتاب کئی جلدوں میں ہے جس کے مصنف فقیہ، مؤرخ علامہ محمد بن محمد بن محمد بن محمود ثقفی حلبی (متوفی 890ھ) ہیں۔

15) طبقات الحنفیہ :

یہ الحافظ محمد بن عبدالرحمن بن محمد سخاوی (متوفی 902ھ) کی تالیف ہے جس کے مخطوطہ کی مائیکروفلم جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ رقم: 5/4857 محفوظ ہے۔

16) مختصر من مناقب ائمۃ الحنفیہ والشافعیہ :

علامہ احمد بن سلیمان بن کمال پاشا (متوفی 940ھ) کی اس کتاب کے دو مخطوطے پہلا مکتبۃ الحرم مکی، رقم: 82 اور دوسرا مکتبۃ المحمودیہ، مدینہ منورہ،

رقم:16 / 2650 محفوظ ہے۔

17)الغرف العلیۃ فی تراجم متاخر الحنفیۃ :

یہ کتاب علامہ شمس الدین محمد بن علی بن احمد بن طولون الصالحی الدمشقی (متوفی 953ھ) کی تالیف ہے جو اصل میں "الجواھر المضیہ" کا ذیل ہے علی سید عبد الطیف کی تحقیق سے 2021ء میں البحوث الاسلامیہ، ترکی کی طرف سے تین مجلدات میں شائع ہو چکی ہے۔

18)تلخیص الجواھر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ :

یہ تلخیص علامہ محمد بن ابراہیم حلبی (متوفی 956ھ) کی ہے اس کا مخطوطہ مکتبہ عارف حکمت، مدینہ منورہ میں محفوظ ہے۔

19)اختصار کتاب ابن المھندس :

یہ اختصار بھی علامہ محمد بن ابراہیم حلبی کا تیار کردہ ہے جس کے مخطوطات دنیا کی مختلف لائبریریوں میں محفوظ ہیں جیسے مکتبہ آیا صوفیا، رقم:3103، مکتبۃ العمومیہ، شام، رقم:5055

20) طبقات الحنفیہ :

محمد بن عمر وحفید آق شمس الدین (متوفی 959ھ)۔

21)طبقات الحنفیہ :

یہ علامہ احمد بن مصطفی بن خلیل المعروف طاش کبرہ زادہ (متوفی 968ھ) کی تالیف کردہ ہے اس کتاب کا ایک مخطوطہ مکتبۃ الکویت، رقم:7 محفوظ ہے اور اس کے طبع ہونے کی بھی اطلاع ہے۔ واللہ اعلم

22)طبقات الحنفیہ :

یہ مولی علی شبلی بن امر اللہ بن عبد القادر الحمیدی المعروف بقنالی زادہ (979ھ)

کی تالیف ہے جو 1426ھ/ 2005ء کو ڈاکٹر محی ھلال السرخان کی تحقیق سے مطبعۃ دیوان الوقف السنی، بغداد سے تین مجلدات میں طبع ہوئی ہے۔

اس کی جلد اول 337 صفحات اور 47 علمائے احناف، دوسری جلد 237 صفحات اور 156 مشاہیر احناف جبکہ آخری اور تیسری جلد 274 صفحات اور صرف 73 فقہاء احناف کے احوال پر مشتمل ہے اس طرح تینوں جلدوں میں 276 رجال احناف کے تراجم موجود ہیں آخری تذکرہ علامہ مفتی الثقلین احمد بن سلیمان المعروف ابن کمال پاشا کا ہے جو کہ صفحہ 83 پر ختم ہو جاتا ہے اس تیسری جلد کے باقی صفحات فہارس، اعلام، آیات، احادیث، اشعار اور اسماء الکتب وغیرہ پر مشتمل ہے۔

اسی نسخے کو بعد میں مکتبہ امین سے بھی طبع کیا گیا ہے۔

23) کتاب اعلام الاخیار من فقہاء مذھب النعمان المختار:

یہ العالم الفاضل علامہ محمود بن سلیمان کفوی رومی حنفی (متوفی 990ھ) کی تالیف ہے جو عبداللطیف عبدالرحمٰن کی تحقیق سے 1440ھ/ 2019ء کو دو جلدوں اور 1488 صفحات پر دار الکتب العلمیہ، بیروت سے طبع ہوئی، اس کی جلد اول پیش نظر ہے جو 704 صفحات پر مشتمل ہے علامہ کفوی نے اس کتاب میں دیگر کتب طبقات سے ہٹ کر اسلوب اپنایا ہے جو نا صرف کافی دلچسپ ہے بلکہ اسی اسلوب کے سبب کتاب اس قابل ہے کہ اسے خرید کر ہاتھ میں پکڑ کر مطالعہ کیا جائے اور ذاتی لائبریری میں رکھا جائے۔

مصنف نے کتاب کی ابتداء سابقہ انبیاء کرام علیھم السلام کے ذکر خیر سے کی ہے اور اُن ادوار میں علوم کے حوالے سے کئی دلچسپ چیزیں بیان کی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر کرنے کے بعد آپ کے اصحاب کا تذکرہ کرتے ہیں اس کے بعد اکابر تابعین کے احوال بیان کرتے ہیں پھر مختلف ائمہ فقہاء کو ذکر کرنے کے بعد امام

اعظم ابوحنیفہ، آپ کے تلامذہ اور ترتیب وار دیگر علمائے احناف کے تراجم بیان کرتے چلے جاتے ہیں اور عام مؤرخین سے ہٹ کر شخصیات کے ضروری احوال ذکر کرنے کے ساتھ مختلف فقہی و اعتقادی مسائل میں ان کے اقوال وفتاوی، ان کی تشریح وتوضیح اور دلچسپ حکایات ولطائف بھی بیان کرتے ہیں۔

اس کتاب کی ایک دوسری اشاعت مکتبۃ الارشاد سے پانچ محققین کی تحقیق کے ساتھ 4 جلدوں میں بھی ہوئی ہے۔

24) طبقات الحنفیہ:

یہ علامہ قطب الدین محمد بن علاء الدین احمد بن محمد بن قاضی خان بن بھاء الدین بن یعقوب بن حسن بن علی نہروانی ہندی (متوفی 990ھ) کی تالیف ہے۔

25) طبقات السادۃ الحنفیہ:

یہ عبداللہ السویدی کا تذکرہ ہے جن کا تعلق دسویں صدی ہجری سے تھا سن وصال معلوم نہیں ہو سکا۔ اس تذکرے کے دو مخطوطات محفوظ ہیں پہلا مکتبہ برلین، المانیا، رقم:10026 جبکہ دوسرا خدابخش لائبریری، رقم:12 / 761

26) الطبقات السنیہ فی تراجم الحنفیہ:

یہ علامہ تقی الدین عبدالقادر التمیمی (متوفی 1010ھ) کا تالیف کردہ علمائے احناف پر ضخیم تذکرہ ہے جو ڈاکٹر عبدالفتاح محمد الحلو کی تحقیق سے 1403ھ/1983ء کو چار جلدوں میں دارالرفاعی، کویت سے طبع ہوا ہے۔

جلد اول 438 صفحات اور 276 علمائے احناف، جلد دوم 316 صفحات اور 344 فقہاء احناف، جلد سوم 291 صفحات اور 274 مشاہیر احناف جبکہ جلد چہارم 451 صفحات اور 494 رجال احناف کے تراجم پر مشتمل ہے۔ ان چار جلدوں میں مجموعی لحاظ سے 1388 علمائے احناف کا تذکرہ موجود ہے مگر یہ نامکمل

طباعت ہے اس کی مزید بھی کچھ جلدیں ہیں جو طبع نہیں ہوئیں، جلد چہارم حرف عین پر آ کر ختم ہو جاتی ہے۔

27) الاثمار الجنیۃ فی اسماء الحنفیۃ:

یہ فقیہ، محدث حضرت علامہ علی بن سلطان محمد قاری حنفی (1014ھ) کی تالیف ہے جو اصل میں "الجواھر المضیۃ" کا اختصار ہے یہ ڈاکٹر عبدالحسن عبداللہ احمد کی تحقیق سے دو جلدوں میں 989 صفحات پر 1430ھ/2009ء میں مطبعۃ دیوان الوقف سنی، بغداد سے شائع ہوئی ہے۔

28) طبقات الحنفیہ:

یہ قاضی استنبول خلیل بن محمد رومی حنفی (1095ھ) کی تالیف ہے جس کا ایک مخطوطہ مکتبہ ولی الدین آفندی میں موجود ہے۔

29) مھام الفقھاء فی طبقات الحنفیۃ:

یہ علامہ قاضی محمد کامی بن ابراہیم بن احمد بن شیخ سنان بن محمود رومی حنفی (متوفی 1136ھ) کی تالیف ہے۔

30) خلاصۃ الجواھر فی طبقات الائمۃ الحنفیۃ الاکابر:

یہ علامہ فقیہ عبدالسلام بن محمد امین بن شمس الدین داغستانی (متوفی 1202ھ) کی تالیف ہے۔ غالباً یہ فارسی زبان میں ہے کیونکہ علامہ داغستانی کی اکثر کتب فارسی میں ہی تھیں۔ علامہ 1140ھ میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے تھے اس کتاب کا مخطوطہ بھی وہیں ان کی دیگر کتب کے ساتھ محفوظ ہے۔

31، 32، 33) الفوائد البھیۃ فی تراجم الحنفیہ:

علامہ ابی الحسنات عبدالحی لکھنوی (متوفی 1304ھ) کی یہ نفع بخش تالیف ایک جلد میں ہے جس میں آپ نے 524 علمائے احناف کے حالات قلم بند کیے ہیں

کتاب کے آخر میں خاتمہ ہے جو دو فصلوں پر مشتمل ہے فصل اول میں آپ نے ان اعلام کی تعیین کی ہے جو کتب فقہ میں کسی وصف،نسبت یا کنیت کے ساتھ مذکور ہوتے ہیں اور قاری کے لیے ان کی پہچان مشکل ہوتی ہے جبکہ فصل دوم بھی اس طرح کے بہت سے فوائد سے بھری پڑی ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

"الفوائد البھیۃ" اصل میں "کتاب الاعلام الاخیار للمولی محمود بن سلیمان کفوی" کا اختصار ہے جس میں علامہ لکھنوی نے اضافات بھی کیے ہیں بعد میں خود ہی "التعلیقات السنیۃ علی الفوائد البھیۃ" کا اضافہ کیا پھر اس کے بعد "طرب الاماثل فی تراجم الافاضل" کے نام سے ایک الگ کتاب تصنیف کی جس میں علمائے احناف کے ساتھ دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے فقہاء کا بھی ذکر کیا البتہ اکثر علمائے احناف کو ہی لیا ہے۔

یہ تینوں کتب احمد الزعبی کی تصحیح کے ساتھ پہلے مصر سے اور پھر پاکستان میں المکتبۃ المعروفیہ، لاہور، کوئٹہ سے 632 صفحات پر شائع ہوئی ہیں مکتبہ معروفیہ سے اس کا چوتھا ایڈیشن 1442ھ/ 2019ء میں طبع ہوا ہے جو اس وقت پیش نظر ہے اور راقم الحروف کی ذاتی لائبریری میں بھی موجود ہے۔

"الفوائد البھیۃ" کی ایک تحقیقی اشاعت ابو یاسر محمد حسین الدمیاطی کی تحقیق سے دار ابن عفان سے بھی ہو چکی ہے۔

34) تذکرہ علمائے احناف:

یہ مولانا کلیم اللہ مچھیانوی (1324ھ) کی تالیف ہے بقیۃ السلف علامہ عبدالحکیم شرف قادری نے "تذکرہ اکابر اہلسنت" میں اس کا ذکر کیا ہے اور صفحات کی تعداد 904 بتائی ہے۔ڈاکٹر احمد حسین احمد قریشی نے اس کتاب کا دو جگہ ذکر کیا ہے ایک جگہ اورینٹل کالج، لاہور، میگزین میں اس کتاب کا تعارف کراتے

ہوئے اسے مولانا محمد کلیم اللہ کی تصنیف قرار دیا اور اپنے والد مولانا محمد عبدالکریم کی اس تذکرے کی تدوین و ترتیب میں معاونت کا ذکر کیا جبکہ دوسری جگہ ان کے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے "ادبیات عربی میں علمائے لاہور کا حصہ" میں اس کتاب کو اپنے والد کی کتاب بتایا ہے۔ ڈاکٹر خورشید احمد خان نے "حدائق الحنفیہ" کے شروع میں اس کتاب کا ذکر کر کے ڈاکٹر احمد حسین احمد قریشی کے مضامین کے روشنی میں اس پر نقد و تبصرہ کیا ہے اور قریشی صاحب کے دو مختلف مقامات پر بیانات کا تجزیہ کیا ہے۔ اس تجزیے کو پڑھنے کے بعد میرے نزدیک اس تذکرے کا وجود ہی مشکوک ہو گیا ہے۔

35) حدائق الحنفیہ:

مولانا فقیر محمد جہلمی (متوفی 1334ھ) کی رجال احناف پر اردو زبان میں پہلی اور آخری مستند کتاب ہے جس میں 1001 علمائے احناف کے تراجم شامل ہیں امام اعظم ابوحنیفہ کا تذکرہ تفصیلی ہے باقی مشاہیر کا مختصر علامہ جہلمی نے 915 بزرگوں کے حالات قلم بند کیے تھے جبکہ دیگر کا اضافہ محترم خورشید احمد خان نے تکملہ کے طور پر کیا ہے پہلے یہ کتاب مطبع نول کشور، ہند سے تین مرتبہ شائع ہوئی تھی پھر محترم خورشید احمد خان نے اس کی تصحیح، حواشی کا کام کیا اور پہلی اشاعتوں میں جو غلطیاں رہ گئی تھیں ان کو حاشیہ کی مدد سے دور کیا اور تکملہ کا اضافہ کر کے اسے نئے سرے سے شائع کروایا۔ اس کتاب کی آخری اشاعت پاکستان سے خورشید احمد خان کی ترتیب، حواشی اور تکملہ کے ساتھ 1436ھ/ 2015ء کو انوار الاسلام چشتیاں سے ہوئی ہے۔

36) مفید المفتی:

یہ مولانا عبدالاول جونپوری (متوفی 1384ھ) کی تصنیف ہے جس کا موضوع

خاص رجال احناف نہیں پھر بھی انتہائی اختصار کے ساتھ بہت سے مشاہیر احناف کا اس میں تذکرہ موجود ہے۔

"مفید المفتی" میں مصنف نے امام اعظم ابوحنیفہ سے لے کر اپنے زمانے تک کے 170 فقہائے احناف کا تذکرہ کیا ہے اس کے بعد چودھویں صدی کے اوائل میں انتقال فرمانے والے 27 مشاہیر کے اسماء پیش کیے ہیں پھر ایسے 60 مشاہیر جن کے ساتھ مصنف کی جسمانی ملاقات ہوئی یا روحانی موانست و تعلق تھا اور جن کے وجود سے چودھویں صدی جگمگا رہی تھی کا ایک ایک لائن میں تعارف پیش کیا جیسا کہ امام اہل سنت امام احمد رضا خان کے تعارف میں لکھتے ہیں۔

مولانا حافظ احمد رضا خان بریلوی فقیہ، اصولی، مناظر، معقولی، ادیب، جامع العلوم، صوفی۔

اس کے علاوہ 257 سے زائد فقہ حنفی پر کتب، شروح اور حواشی کا ذکر ہے اور ضرورتاً ان کے مصنفین کا تعارف بھی پیش کیا ہے۔ 1326ھ میں یہ کتاب آسی پریس لکھنو سے شائع ہوئی تھی سید ارشاد احمد عارف نے بطور ضمیمہ چودھویں صدی ہجری کے 41 مشاہیر کے مختصر حالات کا اضافہ کیا اور پندرھویں صدی ہجری کے 89 بزرگوں کا ایک ایک سطر میں تعارف پیش کیا جو حیات تھے، سید ارشاد احمد کے ضمیمہ کے ساتھ 1401ھ میں یہ کتاب مکتبہ غوثیہ ہدایت القرآن ملتان سے شائع ہوئی اور پھر 1421ھ/2000ء میں فرید بک سٹال، لاہور سے طبع ہوئی۔

اس طرح مجموعی طور پر یہ کتاب 644 سے زائد رجال احناف کے تعارف پر مشتمل ہے۔

37) البدور المضیۃ فی تراجم الحنفیۃ:

علمائے احناف پر اب تک لکھے گے تذکروں میں یہ سب سے ضخیم تذکرہ ہے

جس میں 6261 مشاہیر احناف کے احوال شامل ہیں 23 جلدوں میں 1439ھ/ 2018ء کو اس کا دوسرا ایڈیشن دار الصالح سے شائع ہوا تھا جو اس وقت پیش نظر ہے اس کے مؤلف محمد حفظ الرحمن بن علامہ محب الرحمن کملائی رئیس دار الافتاء جامعہ رحمانیہ، عربیہ، ڈھاکا بنگلہ دیش ہیں مؤلف نظریاتی طور پر دیوبندی ہیں اس لئے انہوں نے علمائے اہل سنت کا تذکرہ کرتے وقت نہ صرف انصاف اور دیانت داری کا گلا گھونٹا ہے بلکہ مسلکی بغض اور تعصب سے بھی کام لیا ہے اس لیے علمائے اہل سنت کے احوال کے ضمن میں یہ کتاب معتبر نہیں رہی۔ اس کتاب کے مؤلف نے علمائے اہل سنت کے متعلق جہاں جہاں تعصب سے کام لیا یا ان کے غلط تراجم اہل عرب کے سامنے پیش کیے ہیں اُس کے ازالے کے لئے ضروری ہے کہ عربی میں ہی ایک کتاب تصنیف کر کے اسی مذکورہ ادارے جہاں سے یہ شائع ہوئی ہے طبع کروائی جائے اگر یہ ادارہ طبع نہ کرے تو عرب کے کسی اور بڑے ادارے سے شائع کروادی جائے۔

38)الجواھر النقیۃ فی تراجم الحفاظ الحنفیۃ:

یہ مولانا ابو القاسم نعمانی دیوبندی کی تالیف ہے جو غالباً ایک ہی جلد میں ہے مکتبۃ الامداد، دیوبند، ہند سے شائع ہوئی ہے۔

39)اعلام الحنفیہ من اھل بیت:

یہ وائل محمد حنبلی کی تالیف ہے جو 2011ء میں 231 صفحات پر کویت سے شائع ہوئی ہے اس میں مؤلف نے امام اعظم ابوحنیفہ، قاضی ابو یوسف، امام محمد، امام زفر کے ساتھ پانچویں صدی ہجری سے لے کر پندرھویں صدی ہجری تک سادات علمائے احناف کا تذکرہ کیا ہے۔

40)مختصر طبقات الحنفیہ:

اس کا مؤلف مجہول ہے اور کتاب کا مخطوطہ جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ میں محفوظ ہے۔

مجموعی طور پر علمائے احناف پر لکھی گئی کتب میں اب تک 40 کتب کا ذکر ہمیں ملا ہے جن میں سے 16 مطبوع ہیں 12 کے مخطوطات دنیا کی مختلف لائبریریوں میں محفوظ ہیں اور باقی 12 کے ہم تک صرف نام ہی پہنچے ہیں اور تاریخ میں ان کے اسماء محفوظ ہیں دنیا میں ان کا وجود بھی پایا جاتا ہے یا نہیں اس بارے کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جاسکتی غالب گمان ان کے مفقود ہونے کا ہی ہے۔

البتہ مفقود کتب میں چار کا تعلق تو "الجواھر المضیہ" کی تالیف سے پہلے کا ہے قرین قیاس ہے کہ علامہ عبدالقادر نے انہیں "الجواھر المضیہ" میں ضم کر دیا ہوگا جیسا کہ قدیم مؤرخین کا طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنے سے پہلی کتب کو ہی اضافات کے ساتھ اپنی کتب میں لے لیتے تھے۔ نیز ان چالیس کتب میں سے بھی کئی کتب تو کسی دوسری کتاب کا اختصار ہی ہے جن میں ایک نام "الجواھر المضیہ" کا ہے کہ سب سے زیادہ اختصارات اسی کتاب کے ہیں۔

علامہ لکھنوی نے ہدایہ، اس کی شروح اور وقایہ پر کام کرنے والے رجال احناف پر الگ سے لکھا ہے جسے انہوں نے "مقدمۃ الہدایہ" اور "شرح وقایہ" میں شامل کیا ہے اگر اس کام کو ان کی علیحدہ مستقل کتاب شمار کیا جائے تو طبقات احناف پر کتب کی تعداد 41 ہو جاتی ہے۔

اردو زبان کی بات کریں تو ہمارے پاس "حدائق الحنفیہ" ہی علمائے احناف پر پہلا اور آخری کام ہے "مفید المفتی" کا اصل موضوع تو فقہائے احناف کے فتاوی اور فقہی کتب کا تعارف اور ان کی فنی حیثیت واضح کرنا تھا ضمناً بہت سے رجال کا مختصر تعارف بھی ہو گیا۔ اردو زبان میں جس طرح مختلف موضوعات پر لٹریچر تیار کیا جا رہا

ہے اس کو دیکھتے ہوئے مشاہیر احناف پر مزید تذکرے مرتب کرنے کی ضرورت ہے اور آج کے دور میں رائج جدید ذرائع کو اپنا کر ہم ضخیم اور تحقیقی تذکرے مرتب کر سکتے ہیں۔صرف برصغیر کی بات کریں تو یہاں پر تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں صدی ہجری میں علمائے احناف کی بہت بڑی تعداد علمی سرگرمیوں میں مشغول رہی ہے اور تا ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے اور اندازاً یہ تعداد عرب علمائے احناف سے زیادہ ہوسکتی ہے کیونکہ عرب میں حنفی علماء کا اب وہ غلبہ نہیں رہا جو پہلے تھا علامہ محب اللہ نوری کے سفر یمن سے پتا چلتا ہے کہ یمن میں حنفیت اپنی آخری سانسیں لے رہی ہے اور وہاں فقہ حنفی پر فتوی دینے والا کوئی قابل ذکر عالم نہیں ہے۔

اردو میں طبقہ احناف پر کام کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ جن مشاہیر کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے یا طاق نسیان میں ڈال دیا جاتا ہے ان کے تراجم بھی محفوظ ہو جائیں گے جو بعد میں آنے والوں کے لئے ماخذ ومراجع کا کام دیں گے۔

○○○

ہیں منکر عجب کھانے غرّانے والے

ترتیب:۔ خلیل احمد رانا

امام احمد رضا قادری بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصیت نامہ (وصایا شریف) میں بعد وفات فاتحہ کے بارے میں ایک وصیت پر بعض لوگ بہت باتیں کرتے ہیں اور طرح طرح کا مذاق اُڑاتے ہیں کہ ان کا تو دین کھانا پینا ہے، انہیں تو بس حلوے مانڈے کھانے کی باتیں آتی ہیں، موت کے وقت بھی انہیں کھانوں کا ہی خیال ہے وغیرہ وغیرہ۔

امام احمد رضا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی وصیت کے کسی ایک جملے سے بھی یہ مطلب نہیں نکلتا کہ یہ چیزیں کھانے کو میرا دل چاہ رہا ہے، مجھے کہیں سے لاکر دو، یا یہ کھانے میری وفات کے بعد میری قبر کھول کر اس میں ڈال دینا، یا بعد وفات میری قبر پر رکھ دینا، یا یہ اچھے کھانے میری وفات کے بعد میرے گھر والوں کے لئے فراہم کرنا۔

جب وصیت نامہ میں ایسی کوئی بات ڈھونڈے سے نہیں ملتی تو ان پڑھے لکھے جاہلوں پر حیرت ہوتی ہے اور افسوس بھی ہوتا ہے، لیکن جو تعصب کی بیماری سے اندھا ہو جائے، اس کا علاج مشکل ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے وصیت نامہ میں فاتحہ کے بارے میں فرمایا کہ!

''فاتحہ کے کھانے سے اغنیاء کو کچھ نہ دیا جائے، صرف فقراء کو دیں اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ، نہ کہ جھڑک کر''۔

(مولانا حسنین رضا خاں، وصایا شریف، مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ، مرید کے ضلع

شیخوپورہ (پاکستان) ۱۴۰۴ھ، ص ۲۴)

امام احمد رضا نے اپنے اعزا سے فقراء کے لئے جن نعمتوں کی تاکید کی، اُن میں دودھ کا برف خانہ ساز (آئس کریم)، مرغ بریانی، بکری کا شامی کباب، پراٹھے اور بالائی، فیرینی، اُردکی پھریری دال مع ادرک ولوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف، اور فرمایا کہ یہ خوش دلی سے کرنا، مجبور ہوکر نہیں۔

(مولانا حسنین رضا خاں، وصایا شریف، مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ، مرید کے ضلع شیخوپورہ (پاکستان) ۱۴۰۴ھ، ص ۲۴)

غرباء، فقراء کے لئے اچھے کھانوں کا خیال رکھنا کون سا جرم ہے؟ یہ تو غریبوں سے ہمدردی ہے، امام احمد رضا کی یہ بات تو قابل تقلید ہے۔

ہاں جہاں صرف اپنے ہی پیٹ کا خیال ہو، مٹھائی، حلوہ، گوشت، میٹھے چاول، فیرینی، گلاب جامن، انناس کا شربت، پھل فروٹ پر جان دی جائے، اور کھانے پینے کی خواہش اس حد تک بڑھی ہو کہ مرتے وقت بھی اپنی خواہش نفس کے لئے ان چیزوں کی فرمائش کی جائے، تہذیب واخلاق کی بھی دھجیاں بکھیر دی جائیں اور کھانے کے شوق میں دھما چوکڑی مچا دی جائے، تو ایسا عمل واقعی مضحکہ خیز اور قابل مذمت اور قابل افسوس ہے۔

ہاں جہاں صرف اپنے ہی پیٹ کا خیال ہو، مٹھائی، حلوہ، گوشت، میٹھے چاول، فیرینی، گلاب جامن، انناس کا شربت، پھل فروٹ پر جان دی جائے، اور کھانے پینے کی خواہش اس حد تک بڑھی ہو کہ مرتے وقت بھی اپنی خواہش نفس کے لئے ان چیزوں کی فرمائش کی جائے، تہذیب واخلاق کی بھی دھجیاں بکھیر دی جائیں اور کھانے کے شوق میں دھما چوکڑی مچا دی جائے، تو ایسا عمل واقعی مضحکہ خیز اور قابل مذمت اور

قابل افسوس ہے۔

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاقِ کریمانہ

”جناب سید ایوب علی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک کمسن صاحبزادے نہایت ہی بے تکلفانہ انداز میں سادگی کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے، اور عرض کی، میری بوا (یعنی والدہ) نے تمہاری دعوت کی ہے، کل صبح کو بلایا ہے، حضور نے ان سے دریافت فرمایا، مجھے دعوت میں کیا کھلایئے گا؟ اس پر ان صاحبزادے نے اپنے کُرتے کا دامن جو دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھے، پھیلا دیا، جس میں معاش کی دال اور دو چار مرچیں پڑی ہوئی تھیں، کہنے لگے دیکھئے نا! یہ دال لایا ہوں، حضور نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا! اچھا، میں اور یہ (حاجی کفایت اللہ صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کل دس بجے دن آئیں گے، اور حاجی صاحب سے فرمایا! مکان کا پتہ دریافت کر لیجئے، غرض صاحبزادے مکان کا پتہ بتا کر خوش خوش چلے گئے، یہ ہے حدیث شریف لودعیت الی کراع لاُ جبتہ کی تعمیل، دوسرے دن وقت متعین پر حضور عصائے مبارک ہاتھ میں لئے ہوئے باہر تشریف لائے اور حاجی صاحب سے فرمایا چلئے، انہوں نے عرض کیا کہاں؟ فرمایا! ان صاحبزادے کے یہاں، دعوت کا وعدہ جو کیا ہے، آپ کو مکان کا پتہ معلوم ہو گیا ہے یا نہیں؟ عرض کیا ہاں حضور! ملوک پور میں ہے، اور ساتھ ہو لئے، جس وقت مکان پر پہنچے تو وہ صاحبزادے دروازہ پر کھڑے انتظار میں تھے، حضور کو دیکھتے ہی یہ کہتے ہوئے بھاگے، ارے لو مولوی صاحب آ گئے، اور مکان کے اندر چلے گئے، دروازہ میں ایک چھپر پڑا تھا، وہاں کھڑے ہو کر حضور انتظار فرمانے لگے، کچھ دیر بعد ایک بوسیدہ چٹائی آئی اور ڈھلیا میں موٹی موٹی باجرہ کی روٹیاں اور مٹی کی رکاب میں وہی ماش کی دال، جس میں مرچوں کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے، لا کر رکھ دی، اور کہنے لگے! لو کھا لو،

حضور نے فرمایا! بہت اچھا، کھاتا ہوں، ہاتھ دھونے کے لئے پانی لے آیئے، ادھر وہ صاحبزادے پانی لانے کو گئے اور ادھر حاجی صاحب نے کہا حضور یہ مکان نقارچی کا ہے، حضور یہ سن کر کبیدہ ہوئے، اور طنزاً فرمایا! ابھی کیوں کہا، کھانا کھانے کے بعد کہا ہوتا، اتنے میں وہ صاحبزادے پانی لے کر آگئے، حضور نے فرمایا! آپ کے والد صاحب کہاں ہیں، اور کیا کام کرتے ہیں؟ دروازہ کے پردے میں سے ان صاحبزادے کی والدہ صاحبہ نے عرض کیا، حضور! میرے شوہر کا انتقال ہوگیا، وہ کسی زمانہ میں نوبت بجاتے تھے، اس کے بعد توبہ کرلی تھی، اب صرف یہ لڑکا ہے، جو راج مزدوروں کے ساتھ مزدوری کرتا ہے، حضور نے الحمدللہ کہا اور دعائے خیر و برکت فرمائی، حاجی صاحب نے حضور کے ہاتھ دھلوائے اور خود ہاتھ دھو کر شریک طعام ہوگئے، مگر دل ہی دل میں حاجی صاحب کے یہ خیال گشت کر رہا تھا کہ حضور کو کھانے میں بہت احتیاط ہے، غذا میں سوجی کے بسکٹ کا استعمال ہے، یہ روٹی اور وہ بھی باجرے کی، اور اس پر ماش کی دال، کس طرح تناول فرمائیں گے؟ مگر قربان اس اخلاق اور دلداری کے کہ میزبان کی خوشی کے لئے خوب سیر ہو کر کھایا، حاجی صاحب فرماتے تھے کہ میں جب تک کھاتا رہا، حضور بھی برابر تناول فرماتے رہے، وہاں سے واپسی میں پولیس کی چوکی کے قریب حاجی صاحب کے شبہہ کو رفع فرمانے کے لئے ارشاد فرمایا! اگر ایسی خلوص کی دعوت روز ہو تو میں روز قبول کروں"۔

(علامہ محمد ظفر الدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی (انڈیا) ۲۰۰۳ء، ص ۱۶۵ تا ۱۶۷)

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو کھانوں کا شوق نہیں تھا، یہ شوق رکھنے والے کچھ اور لوگ ہیں، آیئے ہم ان کا تعارف کراتے ہیں :

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کہتے ہیں!

''ایک شخص نے میری اور اُن (مولوی محمد عمر) کی دعوت کی، مولوی صاحب کو جگر کا عارضہ تھا، اس بھلے مانس نے چاول پکوائے وہ بھی کھانے کے قابل نہیں، جب کھانے بیٹھے، میں نے میزبان سے کہا کچھ اور بھی ہے؟ کہا نہیں، میں نے کہا یہ تو کھانے کے قابل نہیں، اَب کیا کھاویں اور جب تم کو چاول پکانا نہیں آتا تھا تو کیوں پکایا سیدھی دال روٹی کیوں نہیں پکائی، کہیں سے روٹی لاؤ، کہا کہ روٹی تو نہیں پکائی، میں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے جب دعوت کی ہے تو کھلاؤ اور کہیں سے کھلاؤ، بھوکے تھوڑا ہی جائیں گے اور کھائیں گے روٹی، کہا کہ روٹی کہاں سے لاؤں، میں نے کہا کہ گھر میں نہیں تو محلہ سے مانگ کر لاؤ، گیا مصیبت کا مارا دال روٹی لایا، خوب پیٹ بھر کر روٹی کھائی، میں نے مولوی محمد عمر صاحب سے بھی روٹی کھانے کو کہا مگر وہ بہت خلیق تھے، کہنے لگے اس کی دل شکنی ہوگی، میں نے کہا کہ ہماری جو شکم شکنی ہوگی''۔

(الافاضات الیومیہ من افادات القومیہ، (ملفوظات مولوی اشرف علی تھانوی) جلد دوم، مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان ۱۹۸۴ء، ص ۲۳، ۲۴)

مولوی رشید احمد گنگوہی کو پھلوں میں قلمی آم اور الہٰ آبادی دمریزی امرود بھی آپ کو مرغوب تھے، شیریں لوکاٹ اور ملائم آڑو بھی آپ رغبت سے کھاتے تھے، خمیری روٹی اور شوربہ سے بھی آپ کو خاص رغبت تھی۔

(تذکرۃ الرشید، مطبوعہ ساڈھورہ، جلد ۲، ص ۷۰، ۷۱)

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے مرغوب طبع کھانوں میں شوربہ چپاتی آپ کو سب سے زیادہ مرغوب تھی کہ نوالہ ڈبو کر نرم ہوسکے، کباب بھی پسند تھے، پھلوں میں آپ کو آم سے زیادہ شوق تھا، آم کے تمام موسم میں کسی دن آپ کا مکان آموں سے خالی نہ رہتا، انجیر سے بھی آپ کو رغبت تھی، پنیر آپ بالخصوص شوق سے کھایا کرتے تھے۔

(تذکرۃ الخلیل، مطبوعہ کتب خانہ اشاعت العلوم سہارنپور، ۱۹۷۵ء،

ص ۳۰۹،۳۱۰)

مولوی محمد زکریا کاندھلوی سابق امیر تبلیغی جماعت اپنی آپ بیتی میں لکھتے ہیں!

''حضرت (حسین احمد) مدنی قدس سرہٗ کے صرف کھانے ہی کے مد کی شفقتیں اور واقعات اگر گنواؤں تو ان کا احاطہ بھی دشوار ہے۔ بار بار اس کی نوبت آئی کہ حضرت تشریف لائے اور میں سبق میں تھا، حضرت نے دروازے پر کسی بچہ کو آواز دے کر فرمایا کہ حسین احمد کا سلام کہہ دو اور کہہ دو کہ جو کھانے کو رکھا ہے جلدی بھیج دو، گاڑی کا وقت قریب ہے اور جب اندر سے بچیوں کی یہ آواز سنتے کہ ابا جی کو مدرسہ سے جلدی سے بلا لاؤ، تو حضرت للکار کے فرماتے کہ مجھے ابا جی کی ضرورت نہیں ہے کھانے کی ضرورت ہے، اگر ہو تو بھیج دو ورنہ میں جا رہا ہوں، کئی دفعہ ایسی نوبت آئی کہ میرے آنے تک حضرت کھانا شروع فرما دیتے یا تناول فرما لیتے''۔

(ماہنامہ الفرقان، لکھنؤ، خصوصی اشاعت ۱۴۰۳ھ، (شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا) مضمون'' حضرت شیخ کی آپ بیتی'' مضمون نگار مولوی منظور نعمانی، ص ۱۵۵)

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں!

''ایک صاحب نے حضرت گنگوہی سے عرض کیا تھا کہ حضرت دانت بنوا لیجئے، فرمایا کیا ہوگا، دانت بنوا کر پھر بوٹیاں چبانی پڑیں گی، دانت نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو رحم آتا ہے، نرم نرم حلوا کھانے کو ملتا ہے''۔

(مولوی اشرف علی تھانوی، قصص الاکابر لخصص الاصاغر، مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور، س ن، ص ۱۴۲)

''(مولوی اشرف علی تھانوی) نے فرمایا مجھ کو میٹھے چاول دہی کے ساتھ بہت اچھے لگتے ہیں، چونکہ دہی میں قدرے ترشی ہوتی ہے اس لئے شیرینی سے مل کر لذت بڑھ

جاتی ہے''۔

(الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، ملفوظات مولوی اشرف علی تھانوی، حصہ دہم، ملفوظ نمبر ۷۷ مطبوعہ مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر (یوپی، ہندوستان)، س ن، ص ۱۴۳)

''مولوی سید طاہر حسن دیوبندی لکھتے ہیں کہ!

۱۹۲۹ء میں امروہہ میں جمعیۃ العلماء کا اجلاس ہوا وہ آموں کا موسم تھا، ہمارے یہاں حضرت (مولوی حسین احمد ٹانڈوی) کو دعوت دی گئ، حضرت کے ساتھ مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب بھی تھے، گھر میں جب حضرت تشریف لائے تو گوشت کی ہانڈی پکی رکھی تھی، حضرت نے ازراہ خوش طبعی و بے تکلفی براہ راست ہانڈی ہی سے شوربا پینا شروع کر دیا، یہ دلچسپ منظر دیکھ کر جملہ ہمراہی بشمول حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب بے ساختہ قہقہہ لگانے پر مجبور ہو گئے''۔

(ابوالحسن بارہ بنکوی، شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات، مطبوعہ مکتبہ دینیہ دیوبند، ص ۱۲۹)

انگریزوں نے جب مولوی محمود الحسن دیوبندی کو قید کر کے جزیرہ مالٹا بھیجا، تو وہاں انہوں نے اپنی سہولیات کے لئے انگریزوں کو جو درخواست دی، اُس میں یہ بھی لکھا کہ :

''مجھ کو اور میرے رفقا کو کھانے کی سخت تکلیف ہے ہم گوشت کھانے کے عادی ہیں جس پر طبی حیثیت سے بھی مدار زندگانی شمار کیا جاتا ہے''۔

(مولوی حسین احمد ٹانڈوی، سفر نامہ شیخ الہند، مطبوعہ مکتبہ محمودیہ کریم پارک لاہور، ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء، ص ۱۶۴)

مولوی احمد حسین لاہر پوری لکھتے ہیں کہ!

آموں کی فصل میں میں نے مولوی حسین احمد ٹانڈوی کو لاہر پور آنے کی دعوت دی......اسی سفر میں شب کے کھانے میں فیرنی کا صرف ایک چمچہ چکھ کر طشتری ہٹا دی کہ آم تو کھانے ہیں اس کی کیا ضرورت ہے، حضرت کے قریب مولانا محمد قاسم صاحب تھے، ان کے بعد میں اور میرے بعد محمد امین مرحوم کے استاد مولوی عابد حسین صاحب مرحوم، مولانا محمد قاسم صاحب نے فیرنی کی طشتری اپنے سامنے رکھ لی، اتنے میں کچھ حضرت نے فرمایا وہ ادھر متوجہ ہوئے، مولوی عابد حسین مرحوم نے لپک کر طشتری اُٹھالی، مولانا محمد قاسم صاحب ان سے چھیننے کے لئے جھپٹے، حضرت نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا ''جی ہاں تبرک تو فیرنی ہی میں ہے چٹنی رکھی ہوئی ہے اس کو کوئی تبرکاً نہیں کھاتا''۔

(روز نامہ ''الجمعیۃ'' دھلی، شیخ الاسلام نمبر، خصوصی شمارہ، ۱۵/فروری ۱۹۵۸ء، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ باغبانپورہ گوجرانوالہ ۱۹۸۴ء، ص ۷۷)

حاجی بدرالدین (ساکن، انیچولی ضلع میرٹھ) بیان کرتے ہیں!

''حضرت (یعنی مولوی حسین احمد ٹانڈوی) فرماتے کہ حاجی صاحب آپ مٹھائی کیوں نہیں لائے، تو میں عرض کرتا حضور میرے پاس پیسے ہی نہیں ہیں، تو حضرت طالب علموں کو حکم دیتے کہ ان کی تلاشی لی جائے، پھر کیا تھا جتنے بھی طالب علم ہوتے سب کے سب میرے اوپر ٹوٹ پڑتے اور جو رقم میرے پاس ہوتی سب کی مٹھائی منگائی جاتی اور حصہ سے تقسیم ہوتی، کبھی کبھی تو حضرت میری شیروانی مذاق سے چھین کر اپنے پاس رکھ لیتے اور کہتے کہ جب واپس ہوگی جب مٹھائی کے واسطے پیسے دوگے، تب مجھ کو پیسے دینے پڑتے''۔

(روز نامہ الجمعیۃ دھلی، شیخ الاسلام نمبر، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ گوجرانوالہ ۱۹۸۴ء، ص ۱۸۵)

مولوی حسین احمد ٹانڈوی

''مٹھائی کے سلسلہ میں حاجی بدرالدین سے کافی مزاح فرماتے تھے اور مختلف دلائل سے وجوب فرماتے، حاجی صاحب کو حضرت کی زبان سے اصرار سننے کا شوق بھی تھا اور مٹھائی کھلانے کا بھی وہ عذر کرتے رہتے اور عدم وجوب کے دلائل دیتے، آخر میں حضرت فرماتے، دیکھئے یہ حضرات پھر زبردستی وصول کریں گے، ادھر مولانا سلطان الحق صاحب ناظم کتب خانہ، مولانا محمد عثمان صاحب چیئرمین دیوبند واستاذ دارالعلوم، مولوی محمود احمد گل ناظم شعبہ تنظیم دارالعلوم اور دوسرے حضرات اس پر تیار بیٹھے رہتے کہ حضرت ہمیں اجازت مرحمت فرمائیں، ادھر حضرت کی زبان سے مذکورہ جملہ نکلتا ادھر یہ حضرات حاجی بدرالدین سے بہزار دقت روپیہ برآمد کروالیتے''۔

''حضرت حکیم اسحاق صاحب کھٹوری، حضرت کے معاصر بھی تھے...... ہر مرتبہ جب ان سے ملاقات ہوتی تو حضرت مٹھائی کا اصرار فرماتے، موصوف انکار فرماتے، آخر حضرت خود ان سے چھین لیتے اور جو کچھ جیب میں سے نکلتا کرایہ کی رقم واپس ہو کر سب کی مٹھائی آجاتی تھی''۔

(روزنامہ الجمعیۃ، دہلی، شیخ الاسلام نمبر، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ گوجرانوالہ ۱۹۸۴ء، ص ۲۳۲)

مولوی سید طاہر حسن لکھتے ہیں!

''(راقم الحروف کے) والد صاحب چونکہ حاجی امداداللہ صاحب وحضرت گنگوہی اور حضرت شیخ الہند کی صحبت وخدمت میں عرصہ دراز تک رہے تھے اس لئے حضرت (ٹانڈوی) کو ان سے گہرا تعلق تھا، بے تکلفی کا یہ عالم تھا کہ والد صاحب ایک مرتبہ دیوبند آپ کی خدمت میں حاضر تھے، حضرت نے فرمایا کہ مٹھائی کھلایئے، والد صاحب نے فرمایا مٹھائی تو آپ کھلایئے میں تو آپ کا مہمان ہوں، مگر حضرت نے نہ

مانا کچھ دیر تو اصرار کیا لیکن جب اس طرح کام نہ چلا تو حضرت نے والد صاحب کو پچھاڑ کران کی جیب سے روپیہ نکال کر مٹھائی منگالی''۔

(روزنامہ ''الجمعیۃ'' دہلی، شیخ الاسلام نمبر، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ، گوجرانوالہ، ص ۲۹۳)

محمد یوسف قریشی لکھتے ہیں کہ!

''گلاب جامن کے نام نے عام مجلسوں میں بارہا (مجھے) میر مجلس ہونے کی عزت بخشی ہے، اس نام کو سن کر جہاں ترش رو ہوا، منہ بگاڑا، بنایا، حضرت والا (مولوی حسین احمد ٹانڈوی) کی ظرافت کو جوش آ گیا، گلاب جامن طشت میں لاکر مجلس میں دسترخوان پر رکھی گئی، میں اچھلنا کودنا شروع کر دیا، حکم ہوا یوسف کہاں گئے یہاں حاضر ہوں، خدام کے ہاتھوں پکڑ پکڑا کر حضرت قدس کے پہلو میں بٹھایا گیا، پھر حضرت نے تبسم فرمایا، چند جملے اپنے خاص انداز میں کہے، مجلس زعفران زار بن گئی، اپنے دست مبارک سے ایک گلاب جامن اٹھائی اور اپنے خاص انداز میں فرمایا لیجئے یہ حاضر ہے، پھر میری مسرت کا کیا ٹھکانہ، منہ پھیلا دیا اور حضرت نے اپنے دست مبارک سے ایک خاص انداز میں اسے میرے منہ میں ڈال دیا، میں نے منہ میں لیتے ہی ایسا منہ بگاڑا کہ اہل مجلس لوٹ پوٹ ہو گئے، حضرت نے بھی مسکرا دیا اور پھر ہر طرف سے دست درازی شروع ہو گئی، میں باہر جا کر پلٹا کہ اتنے میں ساری پلیٹیں صاف ہو گئیں''۔

(روزنامہ الجمعیۃ، دہلی، شیخ الاسلام نمبر، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ گوجرانوالہ ۱۹۸۴ء، ص ۳۷۶)

مولوی سید فرید الوحیدی رکن شعبہ تبلیغ دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں کہ!

''(مولوی حسین احمد ٹانڈوی) کھانے کے ساتھ بیشتر بڑی رغبت سے شہد استعمال فرمایا کرتے تھے، اچار اور چٹنیوں سے بھی شوق فرماتے تھے، کبھی کسی کھانے

کی یا کسی خاص چیز کی فرمائش کرتے۔

''پھلوں میں آم اور خربوزے بے حد مرغوب تھے، بالخصوص آم تو بہت ہی رغبت کھاتے تھے''۔

''آم کی اگر زیادہ قسمیں سامنے ہوتیں تو ہر ایک دانہ میں سے ایک یا دو دو قاشیں ملاحظہ فرماتے تھے، اندازہ یہ ہوتا تھا کہ کھانے سے زیادہ ہر آم کا حسب ونسب و تاریخ پیدائش و وفات اور ابتدائی جائے پیدائش معلوم کر کے محظوظ ہوتے تھے''۔

''کھانے کے بعد اگر کوئی میٹھی چیز میسر آجاتی تو رغبت سے نوش فرماتے ہوئے دیکھا ہے''۔

'' مرض وفات میں جب ڈاکٹری معائنہ کے لئے سہارنپور لائے تو موصوف (حاجی احمد حسین لاہر پوری) کی درخواست پر (ان کے گاؤں) بہٹ ایک شب کے لئے رونق افروز ہوئے اور شاید آخری مرتبہ شاہ صاحب کے باغ کے ''رٹول'' آم ملاحظہ فرمائے''۔

(روزنامہ الجمعیۃ، دھلی، شیخ الاسلام نمبر، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ گوجرانوالہ ۱۹۸۴ء، ص ۲۳۱)

مرتے وقت پیٹ کا خیال

مولوی رشید الوحیدی لکھتے ہیں!

جس روز حضرت شیخ (حسین احمد ٹانڈوی) کی وفات ہوئی اس کی رات کو (اپنی باری پر) تقریباً ڈھائی بجے خدمت میں حاضر ہوا............فرمایا پانی لاؤ! جلدی سے پانی پیش کیا، ایک گھونٹ لے کر فرمایا: اچھا رکھ دے، اور سردا کاٹ لے، جب میں کاٹنے لگا تو فرمایا تھوڑا ہی کاٹنا، اتنی دیر میں میں نے طشتری میں چند قتلے پیش کئے،

فرمایا تم بھی ساتھ کھاؤ، میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کھالیں،

آخر کار دو قتلے چھوڑ دیئے اور فرمایا کہ لے کھالے، میں نے عرض کیا کہ رکھدوں پھر کسی وقت کھالیجئے گا، بہت سختی سے منع کرتے ہوئے فرمایا: نہیں کھالے! خبردار رکھنا مت، میں نے اسے کھالیا، پھر فرمایا دیکھ ڈبے میں اناس ہوتو شربت لے آ! میں سمجھ نہ سکا اور بجائے شربت کے قتلے پیش کردیئے، فرمایا یہ نہیں بلکہ شربت!''۔(ملخصاً)

(ابوالحسن بارہ بنکوی، شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات، مطبوعہ مکتبہ دینیہ، دیو بند(یو۔ پی)، س ن، ص ۱۸۰)

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں!

''مولانا نانوتوی جب مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو آپ نے مولوی محمود الحسن صاحب سے فرمایا کہ کہیں سے ککڑی لاؤ، مولوی محمود الحسن فرماتے تھے کہ میں تمام کھیتوں میں پھرا مگر صرف ایک ککڑی چھوٹی سی ملی''۔

(مولوی اشرف علی تھانوی، ارواح ثلاثہ، مطبوعہ اسلامی اکادمی ناشر کتب اُردو بازار لاہور، ص ۲۴۶)

مولوی رشید احمد وحیدی، فیض آبادی لکھتے ہیں!

''کچھ عجیب اتفاق ہے کہ عموماً تمام مشائخ اور خصوصاً مولانا محمد قاسم نے آخری وقت میں پھل کی خواہش کا اظہار فرمایا، چنانچہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے لکھنؤ سے ککڑی منگائی گئی تھی، حضرت (ٹانڈوی) نے بھی آخر میں سردے کی خواہش کا اظہار فرمایا، اور منجانب اللہ اسلاف کی سنت پر طبیعت اس درجہ مجبور ہوئی کہ جب مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا محمد شاہد صاحب فاخری ملاقات کو تشریف لائے تو فرمایا کہیئے کیا آج کل سردا نہیں مل سکتا، انہوں نے عرض کیا ضرور مل جائے گا، چونکہ اس سے قبل مولانا اسعد صاحب اور مولانا فرید الوحیدی صاحب وغیرہ نے دہلی،

سہار نپور، میرٹھ ہر جگہ تلاش کیا مگر کہیں دستیاب نہ ہوا''۔

آگے لکھتے ہیں!

''اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت نانوتوی کے لئے لکھنؤ سے ککڑی منگوائی گئی تھی تو حضرت کے لئے مولانا سجاد حسین صاحب کی معرفت کراچی سے اور مولانا حامد میاں صاحب نے لاہور سے سردا بھیجا''۔

(روز نامہ الجمعیۃ، دہلی، شیخ الاسلام نمبر، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ، گوجرنوالہ ۱۹۸۴ء، ص۲۱۹)

وصایا مولوی اشرف علی تھانوی

''میرے بعد بھی میرے تعلق کا لحاظ غالب ہو، وصیت کرتا ہوں کہ بیس آدمی مل کر اگر ایک ایک روپیہ ماہوار اُن (یعنی بیوی) کے لئے اپنے ذمہ رکھ لیں تو امید ہے کہ اُن کو تکلیف نہ ہوگی''۔

(عزیز الحسن، اشرف السوانح، حصہ سوم، مطبوعہ ایم ثناء اللہ خاں اینڈ سنز، ۲۶ ریلوے روڈ لاہور، ۱۹۶۰ء، ص۲۲۵)

آخری وقت میں کہاں فقراء کے لئے غم گساری کا خیال اور کہاں بیوی کا فکر اور پھل فروٹ کھانے کی خواہش؟ کیا کھانے پینے کے لئے ایسی اکھاڑ پچھاڑ، دھینگا مستی اور چھینا جھپٹی کہیں امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے بھی ثابت ہے؟۔

○○○

امیر البحر علی العلوج پاشا

سلطنت عثمانیہ کا آخری بڑا امیر البحر

تابش صدیقی

سلطنت عثمانیہ کے آخری بڑے امیر البحر کا نام علی العلوج پاشا تھا۔ یہ سلطان سلیم ثانی کے عہد کا امیر البحر تھا۔ اسے سلطنت عثمانیہ کا آخری بڑا امیر البحر کہنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کے بعد کوئی اور بڑا امیر البحر پیدا ہی نہیں ہوا۔ دراصل یہ خیر الدین پاشا باربروسہ کے رنگ ڈھنگ اور آن بان کا امیر البحر تھا۔ سلطنت عثمانیہ کی تاریخ میں اسے بھی باربروسہ کے مرتبے کا جہاز راں سمجھا جاتا ہے۔ اس کے بعد جو امیر البحر ہوئے، وہ اس کے برابر کے نہ تھے۔

علی العلوج پاشا ایک عیسائی گھرانے سے تھا۔ وہ بچپن میں الجزائر چلا گیا۔ اپنی خوشی سے اسلام قبول کیا۔ وہاں کی سمندری فوج میں بھرتی ہو گیا۔ اپنی محنت اور پیشے سے لگن کی بنا پر ترقی کرتا کرتا ایک دن امیر البحر کے درجے تک پہنچ گیا۔ یہ طورغوت پاشا کا شاگرد تھا۔ سلطان سلیم ثانی ۱۵۶۶ء میں تخت پر بیٹھے تو انہوں نے چند ابتدائی کاموں اور فتوحات سے فارغ ہونے کے بعد تیونس کو ہسپانوی پنجے سے چھڑانے کا منصوبہ بنایا۔ افریقہ کے اس صوبے پر مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ہسپانیہ کا قبضہ تھا۔ سلطان سلیم نے اس کام کے لئے علی العلوج کو چنا اور اسے ایک بیڑا لے کر تیونس روانہ کیا۔ اس نے تیونس پہنچ کر ہسپانویوں کو شکست دی۔ شہر پر قبضہ کیا لیکن ہسپانوی فوج قلعے میں بند ہو کر بیٹھ گئی اور ۱۵۷۴ء تک بیٹھی رہی۔

قلعے کے سوا باقی سارے علاقے کا انتظام علی العلوجی پاشا نے سنبھال لیا۔ ساحلوں کی نگرانی کا کام ٹھیک ٹھاک کیا۔ یہاں کے جہاز سازی کے کارخانے کو درست کیا اور اس میں پھر سے جہاز بننے شروع ہو گئے۔ ان جہازوں سے سلطنت عثمانیہ کے بیڑے کی طاقت بڑھی اور وہ دشمنوں سے نمٹنے کے لئے بہتر کارکردگی کے لائق ہو گیا۔

تیونس کی گورنری کے ساتھ ساتھ علی العلوجی وہاں کا امیر البحر بھی تھا۔ چنانچہ وہ چند جہازوں کے ساتھ تیونس کے آس پاس کے سمندروں میں گشت بھی لگایا کرتا تھا تا کہ دشمن کے جہاز اگر آس پاس گھوم رہے ہوں تو سمندر کو ان سے پاک کیا جائے۔ ایک بار وہ بحیرۂ روم میں گشت کر رہا تھا کہ سسلی کے پاس اسے مالٹا کا عیسائی بیڑا گشت کرتا نظر آ گیا۔ اس بیڑے میں پانچ جنگی جہاز تھے۔ علی العلوجی پاشا کے جہازوں کا اس بیڑے سے آمنا سامنا ہو گیا۔ عیسائی بیڑے کے امیر کا نام کلیمنٹ تھا۔ اس نے لڑائی شروع کر دی۔ بہت زور کی لڑائی ہوئی کلیمنٹ نے جب دیکھا کہ شکست یقینی ہے تو اپنے تین جہاز علی العلوجی پاشا کی نذر گزارے اور جان سلامت لے کر مالٹا واپس پہنچ گیا۔ کلیمنٹ پر مالٹا والے بہت بگڑے۔ انہوں نے کلیمنٹ کو پھانسی دے کر اس کی لاش سمندر میں پھینک دی۔

بظاہر علی العلوجی پاشا اور کلیمنٹ کے جہازوں کی یہ ایک چھوٹی سی جھڑپ تھی مگر یہ ایک بڑی لڑائی کا سبب بن گئی۔ عیسائی دنیا اس چھوٹی سی لڑائی کا بدلہ لینے کے لئے بے چین نظر آنے لگی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عیسائی دنیا کو وہ ساری شکستیں بھی یاد آ گئی ہیں جو اس نے سلیمان اعظم کے زمانے میں کھائی تھیں۔ ان شکستوں میں وہ باربروسہ کے ہاتھوں کھائی شکستوں کو اب تک نہ بھول سکے تھے۔ کلیمنٹ کی شکست نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ ابھی عیسائی دنیا اپنے کل پرزے ہی درست کر رہی تھی کہ ایک اور واقعہ پیش آ

گیا۔ یہ واقعہ قبرص پر ترکی کے حملے کا تھا۔ قبرص کا جزیرہ مشرقی بحیرۂ روم میں اپنی فوجی حیثیت کی وجہ سے بہت اہم تھا۔ اس جزیرے پر حضرت امیر معاویہ نے پہلا حملہ کیا تھا۔ اس کے نتیجے میں ایک معاہدہ ہوا تھا اور حضرت امیر معاویہ اپنا بیڑا لے کر واپس چلے آئے تھے۔

یہ جزیرہ کئی پہلوؤں سے اہم تھا۔ یہ ایسی جگہ واقع ہے جہاں بحیرۂ روم کی جنگ کے زمانے میں فوجیں اپنی رسد اور سامان جنگ اکٹھا کر سکتی تھیں اور یہ سامان آسانی کے ساتھ دوسری جگہوں پر پہنچایا جا سکتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں یہ جزیرہ ایک بہترین چھاؤنی تھی۔ اس جزیرے سے اردگرد کے سمندر میں جہاز رانی کی نگرانی ہو سکتی تھی۔ اس کے علاوہ یہ جزیرہ سمندری ڈاکوؤں کا ٹھکانہ تھا۔ یہ ڈاکو اسلامی ملکوں خصوصاً ترکی کے جہازوں کے آنے جانے میں خطرے کا باعث بن سکتے تھے۔

یہ تھی اس جزیرے کی اہمیت جس کی وجہ سے سلطان سلیم ثانی نے اسے فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ جزیرہ عرصے سے وینس کی حکومت کے ماتحت تھا اور وینس سے سلطنت عثمانیہ کی دوستی ہو چکی تھی۔ چنانچہ سلیم ثانی کے وزیراعظم صوقوللّی نے اسے قبرص پر حملہ نہ کرنے کا مشورہ دیا لیکن اس جزیرے کے لوگوں نے یورپ کے سمندری ڈاکوؤں کی کئی بار مدد کی تھی اس لئے سلطان سلیم ثانی نے اپنے وزیراعظم کا مشورہ نہ مانا اور وینس کی حکومت کو جنگ کا الٹی میٹم بھیج دیا۔ وینس نے یہ الٹی میٹم قبول کیا اور جنگ کی تیاری میں لگ گئے۔

(جاری ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نستعین برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

چمنِ تدریس زمان کے نجمِ خُودرَو

کے کھلے خط مشتمل بر تذکرۂ مباہلہ ودعوت مناظرہ پر اظہار تشکر

علامہ نجم خودرو کے دوسرے مکتوب (خیر مقدم اور اظہار افسوس) پر پھر سے اظہار تشکر

علامہ صاحب! لفظی موشگافیوں سے قطع نظر مختصراً عرض ہے کہ بحولہ وقوتہ تعالیٰ

ہم گدایان مصلح امت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالی عنہ

ریاض شاہ صاحب شاھتی (یعنی شاھت الوجوہ والے) کی تقریرات وتحریرات میں پھیلے ہوئے
ان کے مُتَرَفِّضَانہ نَظریّات پر مناظرہ کیلئے مکمل طور پر تیار ہیں۔

ہم لازمی طور پر آخری دم تک کوشش کریں گے کہ مناظرہ ہوکر رہے۔

جناب نجمِ خودرو صاحب! آپ نے پہلے بھی افسوس، افسوس، افسوس کے عنوانات سے اظہار غم وغصہ فرمایا تھا: اب کی بار آپ نے انتہادرجہ کی درشتی اختیار فرمائی ہے۔

پاکستان بھر میں سے طبقہ جَسرُ الکُتُر فُضہ کے علاوہ صرف اور صرف آپ نے ہی اپنی بے قراری کا اظہار فرمایا ہے لہذا آپ کو مباہلہ کرنا ہی پڑے گا تا کہ حق کی پہچان جلد از جلد ہو سکے۔

بفضلہ تعالیٰ وبکرم حبیبہ الاعلیٰ وعلیٰ الہ واصحابہ وبارك وسلم (باقی بدستور مکتوب اول)

عظمت وسیادت واصلاح بین المسلمین کے امینِ اعظم سیدنا امام حسنِ مجتبیٰ رضی اللہ تعالی عنہ وعن جمیع اخوانہ واولادہ کے اوران کی اولادِ کرام کے اقدام مبارکہ کا صدقہ بصد شکریہ ہمیں یہ

مباهله ودعوت مناظره منظورهے۔

جَسرُ الکُتُر فُضہ پیر سید انور شاہ (گیلانی) کے اجازت نامہ سے ان کی طرف سے مباہلہ اور
شَیخ الکُتُر فُضہ پیر سید (اگرچہ پیر سید عبدالقادر شاہ گیلانی مینج بھاٹہ/ انگلینڈ ان کے سید کہلوانے کو ڈرامہ کہتے ہیں گواہ زندہ وموجود ہے) ریاض شاہ صاحب راولپنڈی کی اجازت مطلقہ سے انکی تقریرات وتحریرات میں موجود

مُتَرَفِّضانہ نَظرِیّات اوران کی دیگر لغویات وجہالات

کی وضاحت کے متعلق امور علامہ صاحب کی حج سے واپسی پر طے ہونگے۔ بفضلہٖ تعالیٰ حق واضح ہوجائے گا۔

اور جو مباہلہ کی زد میں آئے گا دنیا دیکھے گی۔

اور جس کے ذمہ توبہ آئے گی۔ اسے توبہ کرنا ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

بحرمۃ حبیبہ الکریم وبحرمۃ اولادہ الکرام خصوصاً بحرمۃ المصلح بین اہل الاسلام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام

گدائے اہل بیت: ظہور احمد جلالی مانگا منڈی ضلع لاہور فون نمبر 0300-4874792